رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے حسد

﴿ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰـهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَـآ اٰلَ
اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ○
فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ○
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ
بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾

[النسآء: ٤/٥٤،٥٦]

”کیا یہ لوگوں (رسول ﷺ اور اُن کے اتباع) سے خدا کے دیے ہوئے فضل پر حسد کرتے ہیں، ہم نے (پہلے بھی تو) ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت دی تھی اور ان کو بڑا ملک بخشا تھا۔

پھر بعض تو ان میں سے اس (پیغمبر ﷺ) پر ایمان لا چکے اور بعض ابھی تک اس سے انکاری ہیں، ان کے جلانے کو جہنم کافی ہے۔

جو لوگ ہمارے احکام سے منہ پھیرتے ہیں ہم ان کو ضروری ہی آگ میں ڈالیں گے، جب کبھی ان کے چمڑے جل جایا کریں گے ان کے عوض ہم اَور چمڑے بدل دیا کریں گے تا کہ وہ عذاب چکھیں، حقیقت میں اللہ بڑا ہی زبردست بڑی حکمت والا ہے۔“

خاوند کی اطاعت سے متعلق چند احادیث ❶

احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے خاوند کی اطاعت کرنے والی عورت کی بہت فضیلت بیان کی ہے۔اس لیے عورتوں کو چاہیے کہ جتنا ہوسکے اپنے خاوند کی اطاعت کریں،کبھی اس کو ناراض نہ ہونے دیں۔ کیوں کہ وہی اُن کی جنت ہوسکتا ہے اور وہی اُن کی جہنم بھی۔

☆...... ((اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ)) [ابن ماجه: ١٨٥٤]

''جو عورت مر جائے اور اس کا خاوند اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں جائے گی۔''

☆......حدیث میں آتا ہے کہ ایک دن حصین بن محصن کی پھوپھی کسی غرض سے نبی ﷺ کے پاس آئیں، جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوئیں تو نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ انھوں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے پوچھا تم اس سے کس طرح کا سلوک کرتی ہو؟ انھوں نے عرض کیا میں جتنا ہوسکے کوشش کرتی ہوں کہ اس کی خدمت میں کوئی کمی نہ کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَانْظُرِيْ اَيْنَ اَنْتِ مِنْهُ فَاِنَّمَا هُوَ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ)) [مسند احمد: ٤/ ٣٤١]

''پس تم دیکھو تم اس کی وجہ سے کہاں پہنچتی ہو، وہی تمہاری جنت ہے اور وہی تمہاری جہنم۔''

☆......احادیث مبارکہ میں شوہر کی نافرمانی کی شدید مذمت اور وعید بھی آئی ہے۔ چناں چہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُؤْذِيْ امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ: لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ! هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ اَنْ يُّفَارِقَكِ اِلَيْنَا)) [ترمذی: ١١٧٤]

''جب کوئی عورت دنیا میں اپنے خاوند کو تکلیف پہنچاتی ہے تو حورعین میں سے اس کی جنت والی بیوی کہتی ہے: اللہ تجھے غارت کرے اسے تکلیف نہ پہنچاؤ وہ تو تیرے پاس چند روز کا مہمان ہے۔قریب ہے کہ وہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس چلا آئے۔''

☆......جس طرح رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو خاوند کی اطاعت کرنے کو فرمایا ہے اسی طرح انھیں خاوند کی طرف سے مہیا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ کیوں کہ یہ بھی عورت کے ذمے خاوند کا بہت بڑا حق ہے۔اس لیے تمام مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ خاوند کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اس کی طرف سے مہیا کی ہوئی نعمتوں کا شکریہ بھی ادا کرے۔ کیوں کہ جب نبی مکرم ﷺ کو اللہ نے جہنم دکھائی آپ ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ مجھے عورتوں کی اکثریت جہنم میں دکھائی گئی ہے، انھوں نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ! کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کی ناشکری کی وجہ سے۔'' عرض کیا گیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰى اِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ)) [مسلم: ٩٠٧]

''وہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں، احسان فراموش ہیں۔ اگر تم نے ان میں سے کسی کے ساتھ پوری زندگی اچھا سلوک کیا پھر اس نے تم میں کوئی ناخوشگوار بات دیکھی تو وہ کہے گی: مجھے تم سے کبھی بھی بھلائی نصیب نہیں ہوئی۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو ایک دوسرے کے حقوق سمجھنے اور ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(الاعتصام: 21/ 58........................1)

فہرست

ظالم بستیوں کا انجام

﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ﴾ [یونس: ۱۰/ ۱۳]

''جب تم سے پہلے کئی بستیوں نے ظلم کیا تو ہم نے انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔''

حاکم کا انجام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《 مَا مِنْ اَمِيْرِ عَشَرَةٍ اِلَّا يُؤْتٰى بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَغْلُوْلًا حَتّٰى يَفُكَّ عَنْهُ الْعَدْلُ اَوْ يُوْبِقُهُ الْجَوْرُ 》

[الدار رمی: ۲/ ۲٤٠۔ الصحیحة: ۲٦۲۱]

''دس آدمیوں کا حاکم بھی قیامت کے روز جکڑ کر پیش کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کا انصاف کرنا اس کو رہائی دلا دے گا یا اس کا ظلم وستم اس کو تباہ کر دے گا۔''

دعائے مقبول

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی:

① ...... روزہ دار جب افطار کرے، ② ...... انصاف والا حاکم، ③ ...... مظلوم کی دعا، اللہ تعالیٰ اسے بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا چاہے کچھ وقت بعد کروں۔ [ترمذی: ۳۵۹۸]

نیز فرمایا: تین شخصوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ ① ...... باپ کی، ② ...... مسافر کی، ③ ...... مظلوم کی۔ [ابوداؤد: ۱۵۳٦]

اسی طرح مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ دعا بھی جلد قبول ہوتی ہے۔ [ابوداؤد: ۱۵۳۵]

28 نومبر تا 04 دسمبر 2008ء...... (1676) ...... 29 ذی قعدہ 1429ھ

پانچ علامتیں

اداریہ ═══ حافظ احمد شاکر

گزشتہ چند مہینوں سے حکومتی وقار اور اس پر معاشی اعتماد و اعتبار روبہ تنزل ہو رہا ہے۔ اہل حکومت و اقتدار اور دیگر ظاہر بین لوگ تو اس کے مادی اسباب تلاش کرتے ہیں اور انھی کی روشنی میں وطن عزیز کی زبوں حالی کی تلافی اور حال کے استحکام کی تدابیر کرتے رہتے ہیں۔ اصحاب درد دل ان حالات میں اپنی ملی غلطیوں کی تعیین کرنے، ان کی اصلاح کرنے اور آئندہ ان سے محتاط رہنے کی راہیں تلاش کر رہے ہیں اور ان کی طرف ملت کو بھی متوجہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اگلے وقتوں کے کچھ لوگ سنت الٰہیہ کو سامنے رکھتے ہوئے اہل پاکستان کو استغفار، توبہ و انابت اور توجہ الی اللہ کی طرف راغب کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

....

سورۂ شوریٰ کی آیت ۳۰ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ ''تمھیں پہنچنے والی ہر مصیبت تمہارے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے ہے جب کہ وہ اکثر باتیں معاف فرما دیتا ہے۔'' پاکستانی حکم ران، علماء، عوام اور لیڈر اپنے گریبان میں مونہہ ڈال کر سوچیں اور غور کریں تو ہمیں اپنے ایمان، اعمال اور کردار کے نقوش نظر آ جائیں گے۔ ہم ایمان ہی کو لے لیں، احادیث مبارکہ میں ایمان کی ۷۰ سے زیادہ شاخیں بتائی گئی ہیں۔ برائی کو ہاتھ سے روکنا بھی ایمان کی شاخ ہے اور زبان سے اس کو برا کہنا بھی ایمان کی شاخ ہے اور برائی کو دل سے برا جاننا ایمان کی کمزور ترین شاخ ہے۔ وطن عزیز کے کس حکم ران نے برائی کو ہاتھ سے روکنے کی سعی کی؟ زبان سے روکنے کے لیے دھواں دار تقاریر تو ضرور ہوئیں لیکن زبانی کلامی۔ نیز اکبر الکبائر......شرک...... کے خلاف کیا کوششیں ہوئیں؟ اکبر الکبائر کی بالقوۃ روک تھام تو دور کی بات ہے باللسان بھی کوئی جرأت نہ کر سکا اور اب بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اکبر الکبائر کو دین کا حصہ سمجھا جانے لگا ہے۔ ہمارے حکم ران، سیاسی لیڈر اور علماء اس کسوٹی پر اپنے آپ کو پرکھیں تو جو نتیجہ سامنے آئے گا اس کا اظہار بھی شاید ممکن نہ ہو۔

....

اسلام نے انسانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے: مومن اور کافر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ایک تیسرے طبقے کا ظہور ہو گیا جو مسلمانوں سے ملتا تو کہتا ''ہم ایمان لے آئے ہیں'' اور جب کافروں سے ملتا تو انھیں کہتا کہ ''ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو......ان سے......ٹھٹھہ کر رہے تھے۔'' اس طبقے کو نبی کریم ﷺ نے منافق کا نام دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: منافق پر عشاء اور فجر کی نماز بھاری ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح بعض دیگر احادیث مبارکہ میں نفاق کی تین اور بعض میں اس سے زیادہ علامتیں بیان ہوئی ہیں اور فرمایا کہ جس میں یہ ساری علامتیں پائی جائیں وہ تو پورا منافق ہے اور جس میں مکمل نہ ہوں اس میں جس قدر علامتیں ہوں گی اسی قدر اس میں نفاق ہوگا۔

دونوں احادیث میں مذکور علامات مجموعی طور پر حسب ذیل ہیں:

① ...... إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ''بات کرے تو جھوٹ بولے۔'' ② ...... وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ''جب امانت دی جائے تو خیانت کرے۔''

③ ...... وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ ''وعدے کی خلاف ورزی کرے۔'' ④ ...... وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ''معاہدے سے غداری کرے۔''

⑤ ...... وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ ''اور جب جھگڑا ہو جائے تو گالیاں بکے۔''

جھوٹ پہلی علامت ہے۔ ہم اور ہمارے قائدین کس قدر سچ بولتے ہیں؟ یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں۔ اخبار پڑھنے والوں کا تجزیہ یہ ہے کہ حکومت

جس بات کی جس قدر رتر دید کرنا شروع کردے اسی قدر اس کے وقوع پذیر ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ کسی مثال کی ضرورت نہیں ہر فرد کے حافظے میں ایک نہیں بیسیوں مثالیں ہوں گی۔

دوسری علامت وعدہ خلافی کے آئینے میں ہم سیاسی جماعتوں کے منشور، امیدواروں سے ووٹ لینے کے لیے ملاقاتیوں اور علاقے کے باسیوں سے وعدے، اقتدار پانے کے بعد عوام کو لولی پاپ دینے کا تماشا ہم ہمیشہ دیکھتے ہیں، اس میں اسلام کے نفاذ کا وعدہ، مہنگائی ختم کرنے کا وعدہ، کشکول گدائی توڑنے کا وعدہ، روٹی کپڑا اور مکان کا وعدہ، انصاف دہلیز تک پہنچانے کا وعدہ، مجرموں کی سرکوبی کا وعدہ، لٹیروں سے قومی دولت واپس لینے کا وعدہ، جرائم کی بیخ کنی کا وعدہ، عدلیہ کی بحالی کا وعدہ، ملکی استحکام کی خاطر سیاسی لیڈروں اور جماعتوں کے باہمی تعاون کا وعدہ ان کو کہاں تک پورا کیا جاتا ہے وہ اظہر من الشّمس ہے۔

تیسری علامت عہد شکنی کے ضمن میں دیکھیے ایوان ہائے حکومت کی رکنیت کا حلف اٹھاتے وقت، مناصب اقتدار سنبھالتے وقت اور اعلیٰ سرکاری ملازمت حاصل کرتے وقت حلف نامے کے ذریعے ہم جو عہد کرتے ہیں ہمارے لیڈر، حاکم اور افسران کس حد تک پاسداری کرتے ہیں وہ ہر ایک کے دل ودماغ پر اس طرح لکھا ہوا ہے کہ مٹائے بھی مٹ نہیں سکتا۔ نیز سیاسی جماعتوں کے باہمی عہد و پیمان وہ MRD ہو یا وقتی مفادات کی خاطر سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے باہمی عہد و پیمان پر مشتمل سیاسی اتحاد ہوں، میثاقِ جمہوریت ہو، یا معاہدۂ بھوربن ہو، کیا ایسے عہد پورے کرنے کی ہم میں کوئی ریت ہے یا ایسی عہد شکنیوں کا ہمیں کبھی افسوس ہوا؟

چوتھی علامت خیانت آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں......معذرت کے ساتھ......کہ قومی طور پر ہمارا کون سا شعبہ خیانت سے پاک ہے؟ فنڈز جس نام پر اکٹھے کیے جاتے ہیں کیا انھیں اسی جگہ خرچ کیا جاتا ہے، خیانت وقت کی بھی ہوتی ہے۔ ملازم جس مکمل وقت کی تنخواہ وصول کرتا ہے کیا وہ اس کام کو مکمل وقت دیتا ہے؟ فکر کی خیانت کو کتاب وسنت، ملک کا آئین اور محکمے کے قواعد وضوابط جو سکھائے، پڑھائے اور بتلائے جاتے ہیں کیا وہ اپنی رائے ان کے مطابق رکھتا ہے؟ آئین جس بات کی جو تشریح کرتا ہے کیا ہمارے وکلاء و منصفین قانون کی اسی تشریح کے مطابق دلائل دیتے یا فیصلے کرتے ہیں یا ''زمینی حقائق'' اور ''نظریہ ضرورت'' کا نام دے کر ڈنڈی ماردی جاتی ہے؟ آئین وقانون کی پاسداری کے عنوان سے کیا اُس میں رخنہ اندازی نہیں کی جاتی؟ کیا یہ فکری خیانت نہیں؟

رہی قومی خیانت تو اس کی مثالیں کس کے سامنے نہیں۔ تازہ ترین اور ''روشن'' مثال یہ ہے کہ صدرِ گرامی کے غیر ممالک کے دوروں میں وطن عزیز کے محسن، خیر خواہ اور ہمدرد ممالک نے قرض نقد دینے کی بجائے منصوبے مکمل کرنے کی پیش کش کی ہے۔ اس کے علاوہ کیا افراد، اداروں حتیٰ کہ بینک ملازمین کے مالی سکینڈل آئے دن اخبارات میں نہیں چھپتے۔

پانچویں علامت ہمارے ہاں خصوصاً اس قدر عام ہے کہ گالی بعض لوگوں کا تکیہ کلام ہی بن جاتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو محسوس ہوگا کہ ان میں سے کوئی بیماری ایسی نہیں جو نیچے سے اوپر جاتی ہو بلکہ ہر بیماری عموماً اوپر سے نیچے آتی ہے اور شاید **الناس علی دین ملوکھم** ایسے ہی موقعوں کے لیے کہا گیا ہے۔

اب بتایئے کہ مذکورہ بالا معاصی میں کم وبیش ہر طبقہ اور گروہ شریک نہیں! اور ان عیوب یا علامات نفاق کے گناہ ہونے کا ہمارے دل سے جو احساس ہی مٹ چکا ہے کیا یہ کمزور ترین ایمان نہیں ہے؟ کیا یہ علامتیں ملی طور پر ہم میں حلول نہیں کر چکیں اور ہم ان سے لا پرواہ نہیں؟

اس لیے شروع میں ذکر کیے گئے احوال کی درستی کے لیے تین صورتوں میں سے ''اگلے وقتوں کے لوگوں کا'' توبہ واستغفار اور انابت ورجوع کا مشورہ کیا صائب نہیں؟ وطن عزیز اس سال ابھی تک موسم کی بارش سے بھی محروم ہے، جس سے عوام میں مختلف امراض پنپ رہے ہیں، ڈینگی بخار وبا بن کر پھیل رہا ہے، پانی کے ذخائر کم ہو رہے ہیں۔ لہٰذا آئندہ گندم کی فصل؟ کہ آٹا ابھی غریب کی قوت خرید سے دور ہو رہا ہے خدانخواستہ بارش سے محرومی کی صورت میں غذائی طور پر ہمارا کیا حال ہوگا؟ بھارت سے ہم دوستی اور پریت کی پینگیں بڑھا رہے ہیں جب کہ اس نے ہمارے حصے کے دریاؤں کا پانی روک رکھا ہے۔ اس لیے ہماری درخواست ہے کہ ساری سیاسی و مذہبی جماعتیں اپنے اپنے ووٹروں اور حلقوں کو توبہ وانابت کی طرف متوجہ کریں، نماز استسقاء کا اہتمام کریں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ غفور ورحیم ہے وہ ہماری توبہ کو......اگر سچے دل سے کریں تو......ضرور قبول فرمائے گا اور ہمارے حالات پر رحم فرمائے گا۔

عید الاضحیٰ کے بعد قربانی کرنا کتنے دن تک درست ہے؟

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

سوال: کیا فرماتے ہیں اہل علم اس مسئلے میں کہ عید الاضحیٰ کے بعد قربانی کتنے دن تک درست ہے؟ مذاہب ائمہ اور احادیث سے اس کی وضاحت فرمائی جائے۔

جواب: اس مسئلے میں ائمہ کے قریباً سات قول ہیں:

① ......عید کے بعد دو دن۔

امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مسلک ہے۔

② ......عید کے بعد تین دن۔

عطا، حسن بصری، امام اوزاعی، امام شافعی اور ابوثور رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا یہی قول ہے۔

③ ......عید کے بعد چھ دن تک۔

یہ قتادہ کا مذہب ہے۔

④ ......دس دن تک۔ یہ ابن تین کا خیال ہے۔

⑤ ...... ذوالحجہ کے بیس دن، یعنی آخر ماہ تک۔ یہ قول حسن بصری، عمر بن عبدالعزیز، سلیمان بن یسار، ابومسلم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔

⑥ ...... عام شہروں میں صرف ایک دن اور منی میں تین دن۔ (سعید بن جبیر، جابر بن زید)

⑦ ......صرف عید کے دن (ابن سیرین، حمید بن عبدالرحمٰن) [عمدۃ القاری، ص:٦٣، جلد: ١٠۔ نیل الاوطار، ص:٢١٦، ج:٥۔ مغنی ابن قدامہ مع شرح، ص:١١٤، ج:١١]

فقہائے حنفیہ کا رجحان پہلے مسلک کی طرف ہے۔ ہمارے ملک میں چوں کہ عام لوگ حنفیہ ہیں اور وہ دوسرے مسلک کو ناپسند کرتے ہیں، اس لیے ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ دوسرے مسلک کی وضاحت کی جائے تاکہ کم علم اور جاہل لوگ عامۃ المسلمین میں منافرت نہ پھیلا سکیں اور مسلمان جس مسلک پر چاہیں عمل کریں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" والأضحية جائزة يوم النحر، وأيام منى كلها لأنها أيام النسك ـ" الخ

''قربانی منی کے تمام دن جائز ہے کیوں کہ یہ حج کے ایام ہیں۔''

پھر فرماتے ہیں:

" فإن قال قائل: ما الحجة فى ان ايام منى أيام اضحى كلها؟ قيل كما كانت الحجة بأن يومين بعد يوم النحر يومى ضحية۔ فإن قال قائل: فكيف ذلك؟ قيل: نحر النبى ﷺ وضحى فى النحر فلما لم يخطر على الناس ان يضحوا بعد يوم النحر بيوم أو يومين لم نجد اليوم الثالث مفارقا لليومين قبله لأنه ينسك فيه ويرمى كما ينسك ويرمى فيهما۔ فإن قيل: فهل فى هذا من خبر؟ قيل: نعم عن النبیؐ فيه دلالة سنة ـ [كتاب الام، ج:٢، ص:١٩١]

''اگر پوچھا جائے کہ اس کی کیا دلیل ہے سارے ایام منی (١٠ ذی الحجہ سے ١٣ تک) میں قربانی درست ہے؟ جواب یہ ہے کہ عید کے بعد دو دن قربانی جس دلیل سے درست ہے اسی دلیل سے تیسرے دن بھی جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خود تو قربانی عید کے دن فرمائی اس کے بعد نہ دو دن کے لیے قربانی سے روکا نہ تیسرے دن کے لیے یعنی تیرہ تاریخ کے لیے گیارہ اور بارہ سے کوئی الگ حکم نہیں دیا۔ بلکہ جب احکام حج صحیح ہیں وہ ان کے ساتھ برابر ہے تو قربانی میں ان سے بلا دلیل الگ کیوں کیا جائے۔ اگر پوچھا جائے کہ اس کے متعلق کوئی حدیث ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہاں آنحضرت ﷺ

سے سنت میں اس پر دلیل موجود ہے۔''

مختصر مزنی [ص:۲۱۴، ج:۵] برحاشیہ، کتاب الام میں بھی مختصراً اس کی تائید موجود ہے۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ مغنی میں اس مسلک کے متعلق فرماتے ہیں:

" روی عن علی آخره آخر أيام التشريق وهو مذهب الشافعی وقول عطاء والحسن لأنه روی عن جبير بن مطعم أن النبی ﷺ قال: « أيام منى كلها منحر » [ص:١١٤، ج:١١]

''ذبح آخر ایام تشریق تک درست ہے۔ امام شافعی، عطاء، حسن بصری رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔ اور اس کی دلیل جبیر بن مطعم کی حدیث ہے۔''

امام شوکانی جبیر بن مطعمؓ کی حدیث پر گفتگو کے بعد فرماتے ہیں:

وقد استدل بالحديث على أن أيام التشريق كلها يوم ذبح وهی يوم النحر وثلثة أيام بعده وقد تقدم الخلاف فيها فی كتاب العيدين وكذلك روی فی الهدی عن علی عليه السلام أنه قال: أيام النحر يوم الأضحی وثلثة أيام بعده وكذا حكاه النووی عنه فی شرح مسلم وحكاه أيضا عنه جبير بن مطعم وابن عباس وعطاء والحسن البصری وعمر بن عبدالعزيز وسليمان بن موسى الأسدی فقيه أهل الشام ومكحول والشافعی وداؤد الظاهری وحكاه صاحب الهدی عن عطاء والأوزاعی وابن المنذر ثم قال: روی من وجهين مختلفين يشد أحدهم الآخر عن النبی ﷺ أنه قال: « كل منى منحر وكل أيام التشريق ذبح » وروی من حديث جبير بن مطعم وفيه انقطاع ومن حديث أسامة بن زيد عن عطاء عن جابر۔ قال يعقوب بن سفيان: أسامة بن زيد عند أهل المدينة ثقة مامون ۔

''یہ حدیث دلیل ہے اس امر کی کہ تمام ایامِ تشریق میں ذبح درست ہے یعنی یوم النحر اور اس کے بعد تین دن۔ زاد المعاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قربانی عید اور اس کے تین دن بعد تک درست ہے۔ اسی طرح نووی نے مسلم کی شرح میں لکھا ہے اور جبیر بن مطعم اور ابن عباس، عطاء، حسن بصری، عمر بن عبدالعزیز، سلیمان بن موسیٰ اسدی سے جو شام کے فقیہ ہیں، مکحول، امام شافعی اور داؤد ظاہری سے نقل کیا ہے۔ ابن قیم نے عطاء، اوزاعی اور ابن منذر کا یہی مذہب بیان کیا ہے، پھر فرمایا: یہ حدیث دو طریق سے مروی ہے جو ایک دوسرے کے لیے تقویت کا موجب ہیں۔ جبیر بن مطعم کے طریق میں انقطاع ہے۔ جابر کی حدیث اسامہ بن زید عن عطاء کے طریق سے مروی ہے، اور اسامہ بن زید اہل مدینہ میں بہت ثقہ ہیں۔''

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

قال ابن بطال تبعا للطحاوی: لم ينقل عن الصحابة غير هذين القولين ۔

''ابن بطالؒ نے امام طحاویؒ کی متابعت میں فرمایا ہے کہ صحابہ سے ان دو مذاہب کے سوا کوئی منقول نہیں اور دوسرے قول (یعنی قربانی چار دن ہے) کو جمہور کا قول قرار دیا ہے۔''

وحجة الجمهور حديث جبير بن مطعم رفعه «فجاج منى منحر، وفی كل أيام التشريق ذبح» أخرجه أحمد لكن فی إسناده انقطاع ووصله الدار قطنی ورجاله ثقات ۔ [فتح الباری هند، ص: ٢٣/ ٣٢٥]

''جمہور کی دلیل جبیر بن مطعم کی حدیث ہے کہ منیٰ کی تمام گلیاں قربان گاہ ہیں اور سارے ایامِ تشریق میں ذبح کرنا درست ہے۔ اسے امام احمد نے روایت فرمایا ہے البتہ اس کی روایت میں انقطاع ہے۔ دارقطنی نے اسے موصول بیان فرمایا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔''

زیلعی نصب الرایہ میں اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

" الحديث السابع: قال عليه السلام: « أيام

التشريق كلها أيام ذبح » قلت: رواه أحمد فى مسنده وابن حبان فى صحيحه فى النوع الثالث والأربعين من القسم الثالث من حديث عبد الرحمن بن ابى حسين عن جبير بن مطعم عن النبى ﷺ قال: « كل أيام التشريق ذبح وعرفة كلها موقف » الخ ـ وقد ذكرنا بتمامه فى الحج ورواه البزار فى مسنده وقال: ابن ابى حسين لم يلق جبير بن مطعم ورواه البيهقى فى المعرفة ولم يذكر فيه انقطاعاً وأخرجه الدار قطنى فى سننه عن ابى معيد عن سليمان بن موسى عن عمرو بن دينار عن جبير بن مطعم مرفوعاً وابو معيد بمثناة فيه لين وأخرجه هو والبزار عن سويد بن عبد العزيز عن سليمان بن موسى عن نافع بن جبير بن مطعم عن أبيه مرفوعا۔ قال البزار: لا نعلم قال فيه: عن نافع بن جبير عن ابيه الإ سويد بن عبد العزيز وهو ليس بالحافظ ولا يحتج به إذا انفرد ـ الخ [ص:٢١٢، ج:٤]

’’اس حدیث کو احمد نے مسند میں اور ابن حبان نے صحیح میں ذکر کیا ہے۔لیکن بزار نے اسے مسند میں روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابوحسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات نہیں ہوئی، جب کہ بیہقی نے اسے معرفۃ السنن والآثار میں ذکر فرمایا ہے اور انقطاع کا ذکر نہیں فرمایا۔ دارقطنی نے سنن میں ابومعید کے طریق سے ذکر کیا ہے اور ابومعید میں معمولی ضعف ہے۔ دارقطنی اور بزار نے اسے سوید بن عبدالعزیز کے طریق سے بھی ذکر کیا ہے۔لیکن سوید ثقہ نہیں، انفرادی صورت میں یہ حجت نہیں۔ احمد اور بیہقی نے سلیمان بن موسیٰ کے طریق سے روایت کی ہے یہ بھی منقطع ہے۔ ابن عدی نے کامل میں بواسطہ معاویہ بن یحییٰ صدفی ابوسعید خدری سے نقل فرمایا۔ معاویہ بہت ضعیف ہیں اس سند کو بعض نے موضوع کہا ہے۔‘‘

جبیر بن مطعم کی حدیث مختلف طرق سے منقطع مرفوع، ثقات ضعاف سب سے مروی ہے۔ تمام طرق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے مگر اس کے باوجود مجموع طرق سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کی کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور ہے، اس لیے ائمہ حدیث کا رجحان اس طرف ہے۔ کیوں کہ باقی مسلک یا تو بالکل بے دلیل ہیں یا ان کی بنیاد محض آثار صحابہ پر ہے۔ چناں چہ احناف کے مسلک کا بھی یہی حال ہے اور پھر ان آثار میں غرابۃ (ظاہر) بھی ہے۔ چناں چہ زیلعی نصب الرایہ میں حضرت عمر، علی، ابن عباس کے آثار کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قلت غريب جدا۔ ان میں بہت ہی غرابت ہے۔ [ج:۲،ص:۲۱۳]

اب ظاہر ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک جمہور کا مسلک ہونے کے علاوہ دلیل کے لحاظ سے بھی نسبتاً مضبوط ہے، اس لیے اس مسلک پر عمل درست ہے اور انکار جہالت۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تمام طرق کا ذکر کیا ہے اور معاویہ بن یحییٰ صدفی کے طریق میں ابوسعید اور ابوہریرہ دونوں سے نقل کیا ہے۔ ابن عباس، حسن، عطاء، عمر بن عبدالعزیز، سلیمان بن موسیٰ اور مکحول کے آثار کی اسانید بھی ذکر کی ہیں جن سے مجموعی طور پر اس مسلک کے ماخذ کی قوت معلوم ہوتی ہے۔

[سنن بیہقی،ص:۲۹۵،ج:۸]

علامہ ترکمانی رحمہ اللہ حنفیہ کے لیے متعصب مشہور ہیں وہ بھی فرماتے ہیں:

لا يصح فى هذا الباب عن النبى ﷺ ـ

[ص:٢٩٧، ج:٨]

یعنی آنحضرت ﷺ سے اس مسئلہ میں دونوں طرف کوئی حدیث ثابت نہیں، سارا مدار آثار صحابہ پر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں کسی مسلک پر انکار دیانت علمی کے خلاف ہے۔

علامہ ہیثمی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد فرماتے ہیں:

” رواه احمد وروى الطبرانى فى الاوسط عنه «ايام

التشريق كلها ذبح ›› ورجال احمد وغيره ثقات ۔
[مجمع الزوائد، ج:٤، ص:٢٤]
''احمد اور طبرانی نے اوسط میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور احمد وغیرہ کے رجال ثقہ ہیں۔''

حافظ دارقطنی نے حدیث جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو مرفوعاً ذکر فرمایا ہے اور صاحب تعلیق المغنی نے نصب الرایہ کا اقتباس نقل فرمایا ہے جس سے حدیث جبیر بن مطعم کا مقام ظاہر ہوجاتا ہے اور اس کے ساتھ احناف کے مسلک اور ان کے دلائل کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔ دیانت دار آدمی کے لیے دونوں مسلکوں میں ترجیح کے وجوہ آشکار ہوجاتے ہیں۔ معاملہ کی تہہ تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں مگر تنگدل اور متعصب کے لیے نصوص بھی کفایت نہیں کرسکتے۔

حافظ ابن القیم فروع میں حنبلی ہیں اور حنابلہ کا مسلک اس مسئلے میں احناف ہی سے ملتا ہے مگر دلیل کی قوت کے پیش نظر ان کی رائے کا رجحان امام شافعی اور ائمہ حدیث کی طرف ہے۔ وہ پوری جرأت کے ساتھ اس مسلک کی حمایت کرتے ہیں۔ مختصر بحث کے بعد فرماتے ہیں:

وقد قال علی بن ابی طالب: أيام النحر يوم الأضحى وثلاثة ايام بعده وهو مذهب إمام أهل البصرة الحسن وإمام أهل مكة عطاء بن أبي رباح وإمام أهل الشام الأوزاعي وإمام فقهاء أهل الحديث الشافعي واختاره ابن المنذر ولأن الثلاثة تختص بكونها أيام منى وأيام الرمى وأيام التشريق ويحرم صيامها فهى إخوة فى هذه الأحكام فكيف تفترق فى جواز الذبح بغير نص ولا إجماع وروى من وجهين مختلفين يشد أحدهما الآخر عن النبى ﷺ أنه قال: ‹‹ كل منى منحر، وكل أيام التشريق ذبح ›› وروى من حديث جبير بن مطعم وفيه انقطاع ومن حديث عطاء عن جابر قال يعقوب بن سفيان: أسامة بن زيد عند اهل المدينة ثقة مامون ۔ [زاد المعاد، ج:١، ص:٢٤٦]

بعض کم فہم اور متعصب حضرات سارا زور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث اور اس پر جرح میں صرف کردیتے ہیں۔ حالاں کہ جبیر بن مطعم کی حدیث استدلال کی بنیاد نہیں بلکہ مؤید ہے۔ اصل بنیاد دونوں مسلکوں میں مشابہت ہے جہاں دونوں کا ذکر ہے وہاں تیسرے سے روکنے کا کوئی قرینہ نہیں۔ اور ایام منی میں تشابہ اور مضاہات ظاہر ہے، اس لیے حافظ رحمہ اللہ نے جبیر بن مطعم کی حدیث کا ذکر صرف تذکرۃً اور تائیداً کیا ہے اسے اساسِ استدلال نہیں بتایا۔ یہ وہ انصاف پسندی ہے جو تقلید وجمود کے بعد کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ امام احمد رحمہ اللہ کے مسلک کو جانتے ہیں مگر دلائل کے ساتھ جارہے ہیں۔ یہی وہ حضرات ہیں جن سے ایمان اور دیانت کی سرزمین ہمیشہ شاداب رہے گی۔ رضی اللہ عنہم وارضاہم

الحافظ مجد بن تیمیہ نے جبیر بن مطعم کی حدیث کے بعض طرق ذکر کرکے فرمایا:

هذه الطرق التى روى بها كلها متقطعات ولكن رواه ابن حبان فى صحيحه موصولا بنحو هذا المتن ۔ [منتقى الاخبار، ج:٢، ص:٣٠٨]

''یہ تمام طرق منقطع ہیں لیکن ابن حبان نے یہ متن موصول بیان کیا ہے۔''

یہ عبارت منتقی کے مصری نسخہ میں ہے، غالباً ہندوستانی نسخہ میں نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ابن حبان نے اس حدیث کو موصول بیان کیا ہے گویا انقطاع کی علت جاتی رہی اگر یہ صحیح ثابت ہوجائے تو جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث مضبوط ہوجائے گی۔



توجہ

حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ کے مضمون کی دوسری قسط اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔ [ادارہ]

صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع اور ثقہ راوی کی زیادت

حافظ زبیر علی زئی

حافظ ذہبی نے لکھا ہے:

" محدّث محتشم رئیس ـ "

[تاریخ الاسلام ۲۳/ ۵۵۱، ۵۵۲]

نیز دیکھئے ادب الاملاء والاستملاء للسمعانی (ص۸۴)

خیر القرون اور تیسری صدی ہجری (۳۰۰ھ) کے بعد ایسا راوی قولِ راجح میں حسن الحدیث ہوتا ہے لہٰذا یہ سند حسن ہے۔ المسکی تک سند صحیح ہے، نیز دیکھئے تحریر علوم الحدیث لعبد اللہ بن یوسف الجدیع العراقی (۶۸۷/۲)

امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" والزیادة فی الأخبار لایلزم إلا عن الحفاظ الذین لم یعثر علیهم الوهم في حفظهم "

''اور روایات میں زیادت لازم نہیں ہے مگر ان حفاظ سے جن کے حافظے میں وہم نہیں پایا گیا۔''

[الاول من کتاب التمییز ص ۵۰ رقم : ۵۹]

یعنی امام مسلم کے نزدیک ثقہ حافظ کی زیادت مقبول ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" فإذا زاد حافظ ممن یعتمد علیٰ حفظه قبل ذلك عنه ـ " [کتاب العلل الصغیر آخر الجامع ، طبع دارالسلام ص ۸۹۹ ب]

''پس ایسا حافظ جس کے حافظے پر اعتماد کیا جاتا ہے، اگر زیادت بیان کرے تو یہ اس سے مقبول ہوتی ہے۔''

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" (وزیادة راویهما) أي الصحیح والحسن (مقبولة مالم تقع منافیة لِ) روایة (من هو أوثق) ممن لم یذکر تلك الزیادة "

''اور صحیح و حسن حدیث کے راوی کی زیادت مقبول ہے بشرطیکہ وہ (اپنے سے) زیادہ ثقہ کے منافی نہ ہو جس نے یہ زیادت ذکر نہیں کی۔'' [نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص۴۶، ومع شرح الملا علی القاری ص۳۱۵]

ابو اسحاق السبیعی عن حارثہ بن مضرب کی سند سے عبداللہ ابن النواحہ کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے جسے سفیان ثوری (ابو داود: ۲۷۶۲) ابومعاویہ الضریر (مسند احمد ۳۸۴/۱ ح ۳۶۴۲) اور قیس بن الربیع (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲۰/۹ ح ۸۹۵۹) نے ابو اسحاق سے روایت کیا ہے اور ابوعوانہ الوضاح بن عبداللہ نے ابو اسحاق سے اس روایت میں " و کفّلهم عشائر هم " کا اضافہ بیان کیا ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۷۷/۶، ۸۶/۸) موضح اوہام الجمع والتفریق (۱۰۸/۲) اور تغلیق التعلیق (۲۹۱/۳ وقال: ھذا اسناد صحیح)

اس اضافے (زیادت) کا جب امام ابوزرعہ الرازی اور امام ابو حاتم الرازی سے ذکر کیا گیا تو دونوں نے فرمایا:

" رواه الثوري ولم یذکر هذه الزیادة إلا أن أبا عوانة ثقة و زیادة الثقة مقبولة " [علل الحدیث ۴۶۵/۱ ح ۱۳۹۷]

''اسے ثوری نے روایت کیا ہے اور یہ زیادت ذکر نہیں کی لیکن ابوعوانہ ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔''

تنبیہ نمبر۱: میری تحقیق میں اس روایت کی سند امام ابو اسحاق السبیعی رحمہ اللہ (مدلس) کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے سنن ابی داود بتحقیقی (۲۷۶۲)

تنبیہ نمبر۲: مشکل الآثار للطحاوی (طبع جدید ۱۱/۳۱۲ تحت حدیث: ۴۴۶۵) میں اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق سے ابوعوانہ کی متابعت مروی ہے لیکن روایت کی سند میں طحاوی کے استاد القاسم بن عبدالرحمٰن الجزری المیافارقینی رحمہ اللہ کے حالات میرے نزدیک نامعلوم ہیں۔

تنبیہ نمبر۳: ابوعوانہ رحمہ اللہ کی روایتِ مذکورہ کی طرف امام بخاری نے تعلیقات میں اشارہ کیا ہے۔ [ح: ۲۲۹۰] چناں چہ جو شخص تعلیقات کے مدلسین کی روایات کے ثبوتِ سماع کا قائل ہے تو پھر یہ روایت اس کی شرط پر صحیح ہے۔ واللہ اعلم

ثقہ کی زیادت کے بارے میں محدثین کرام اور علمائے حق کے اور بھی بہت سے اقوال وحوالے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ثقہ راوی کا اضافہ (زیادت) اگر ثقہ راویوں اور اوثق کے منافی نہ ہو (جس میں تطبیق نہ ہو سکے) تو یہ اضافہ (زیادت) مقبول ہے اور خبیب صاحب کا ثقہ واوثق راویوں کے عدمِ ذکر کو شذوذ کی دلیل بنا لینا صحیح نہیں ہے۔

ثقہ راوی کی زیادت کی مناسبت سے دس مثالیں پیشِ خدمت ہیں جن سے ہمارے مؤقف کی زبردست تائید ہوتی ہے کہ شرطِ مذکور کے ساتھ زیادتِ ثقہ مقبول ہے:

مثال اول: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

" ثنا یحي بن سعید عن سفیان: حدثني سماك عن قبیصة بن هلب عن أبیه قال: رأیت النبيﷺ ینصرف عن یمینه وعن شماله ورأیته یضع هٰذه علٰی صدره /وصف یحي الیمنٰی علی الیسریٰ فوق المفصل "

"ہلب الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو (نماز سے فارغ ہو کر) دائیں اور بائیں (دونوں) طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھا ہے اور دیکھا ہے کہ آپ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ یحییٰ (القطان راوی) نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر (عملاً) بتایا۔" [مسند احمد ۵/۲۲۶ ح ۲۲۳۱۳ وسندہ حسن والتحقیق لابن الجوزی ۱/۲۸۳]

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔ دیکھئے میری کتاب "نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام" (ص ۱۴۔۱۶)

محمد بن علی النیموی صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اسے وکیع اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے "علٰی صدرہ" کے بغیر روایت کیا ہے۔ ابو الاحوص اور شریک نے اسے اس زیادت کے بغیر بیان کیا ہے (لہٰذا) یہ (زیادت) محفوظ نہیں ہے۔ دیکھئے آثار السنن [ص ۱۴۴ ح ۳۲۶]

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے ابکار المنن [ص: ۱۱۳، ۱۱۴] میں اس مسئلے میں نیموی صاحب کا زبردست اور مضبوط رد کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس روایت میں علٰی صدرہ کا اضافہ صرف مسند احمد میں ہے اور دوسری کتابوں مثلاً سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن دارقطنی وغیرہ میں یہ اضافہ نہیں ہے تو کیا اس زیادت کو رد کر دیا جائے گا!؟

ثقہ راوی کے اس تفرد والی روایت کے بارے میں مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " وإسناده حسن " اور اس کی سند حسن ہے۔ [التعلیق المغنی ۱/۲۸۵]

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی صریح دلیلوں میں یہ سب سے قوی دلیل ہے۔

صحیح ابن خزیمہ (۱/۲۴۳ ح ۴۷۹) میں " مؤمل بن إسماعیل: نا سفیان عن عاصم ابن کلیب عن أبیه عن وائل بن حجر " کی سند سے ایک روایت میں ‹‹علٰی صدرہ›› آیا ہے۔ اس زیادت کو بھی نیموی صاحب نے غیر محفوظ قرار دیا ہے کیونکہ اسے مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ کسی نے بھی اس سند ومتن سے بیان نہیں کیا اور دوسرے راویوں نے اسے اس اضافے کے بغیر روایت کیا

ہے مثلاً عبداللہ بن الولید عن سفیان الثوری، زائدہ و بشر بن المفضل وغیرہما عن عاصم بن کلیب ...الخ (دیکھئے آثار السنن ص ۱۴۰، ۱۴۱ ح ۳۲۵)

ہمارے نزدیک مؤمل بن اسماعیل تحقیقِ راجح میں موثق عند الجمہور اور حسن الحدیث ہیں۔ دیکھئے میری کتاب مقالات جلد اول (ص: ۴۱۷۔۴۲۷) اور ماہنامہ الحدیث حضرو: ۱۱ ص ۱۸

لہٰذا اُن کا امام سفیان ثوری سے تفرد یہاں مضر نہیں ہے۔ مگر سفیان ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس (عن) کی وجہ سے یہ روایت ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔

تنبیہ نمبر۱: اس حدیث کو امام ابن خزیمہ کا کسی جرح کے بغیر صحیح ابن خزیمہ میں درج کرنا اس کی دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک متنِ حدیث میں ثقہ وصدوق راوی کی زیادت صحیح ومقبول ہوتی ہے۔

تنبیہ نمبر۲: مؤمل بن اسماعیل کی زیادتِ مذکورہ والی روایت کو ادارہ علوم اثریہ منٹگمری بازار فیصل آباد سے شائع شدہ (پاکٹ سائز) کتاب ''پیارے رسول ﷺ کی پیاری نماز'' (ص ۱۳) میں بحوالہ بلوغ المرام بطورِ استدلال وحجت نقل کیا گیا ہے۔

تنبیہ نمبر۳: حنفی، بریلوی اور دیوبندی (تینوں) حضرات میں سے جو لوگ ضعیف یا حسن لغیرہ روایات کو بھی حجت سمجھتے ہیں اُن کے اصول پر سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت تو حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔ سیدنا ہلب رضی اللہ عنہ والی روایت، مؤمل بن اسماعیل والی روایت اور امام طاوس رحمہ اللہ کی مرسل، لیکن پھر بھی وہ اسے حسن وحجت نہیں سمجھتے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لوگ حسن لغیرہ کو حجت سمجھنے کے خلاف ہیں۔

یہ اعتراض مقلدین احناف کے خلاف بطورِ الزام ذکر کیا گیا ہے جو ان کے لئے ''پھکی'' ہے۔

مثال دوم: ابو ابراہیم محمد بن یحییٰ الصفار فرماتے ہیں:

"ثنا عثمان بن عمر عن يونس عن الزهري عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت قال: قال رسول الله ﷺ: «لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب خلف الإمام»

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں جس نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی۔'' [کتاب القراءت للبیہقی ص ۷۰ ح ۱۳۵، وقال: وھذا إسناد صحیح والزیادۃ التي فیہ کالزیادۃ في حدیث مکحول....الخ، توضیح الکلام طبع جدید ص ۳۵۶]

اس روایت کو عثمان بن عمر سے خلف الامام کے اضافے کے بغیر امام دارمی (۱/۲۸۳ ح ۱۲۴۵، دوسرا نسخہ: ۱۲۷۸) نے بیان کیا ہے۔

یونس بن یزید سے اس حدیث کو خلف الامام کی زیادت کے بغیر لیث بن سعد، عبداللہ بن وہب (جزء القراءۃ للبخاری بتحقیقی: ۶، صحیح مسلم: ۳۹۴، ترقیم دارالسلام: ۸۷۵) نے بیان کیا ہے۔

یونس بن یزید الایلی کے علاوہ امام زہری سے اسے ایک جماعت مثلاً سفیان بن عیینہ، صالح بن کیسان اور معمر بن راشد نے خلف الامام کے اضافے کے بغیر روایت کیا ہے۔ دیکھئے صحیحین وغیرہما اور المسند الجامع (۸/۶۲، ۶۳)

محمد بن یحییٰ الصفار (راوی) کے زبردست تفرد والی اس روایت کے بارے میں مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''الغرض اس حدیث پر اعتراضات کی تمام شقیں باطل ہیں۔ امام بیہقی اور علامہ سیوطی اور علامہ علی متقی حنفی کا فیصلہ ہی صحیح ہے کہ اس کی سند بالکل صحیح ہے اور یہ زیادت متعدد طرق سے مروی ہے اور صحیح ہے۔'' (توضیح الکلام جدید ص ۳۶۰)

معلوم ہوا کہ بہت سے ثقہ راوی اگر کوئی زیادت متن میں ذکر نہ کریں اور صرف ایک (ثقہ وصدوق) راوی وہ زیادت ذکر کرے تو مولانا اثری اور امام بیہقی کے نزدیک وہ سند صحیح ہوتی ہے۔ والحمدللہ

ہم بھی یہی کہتے ہیں مگر خبیب صاحب اس کی بالکل مخالف سمت پر تیزی سے رواں دواں ہیں۔

تنبیہ: مولانا اثری حفظہ اللہ کے نزدیک امام زہری کی تدلیس مضر نہیں ہے۔

مثال سوم: يونس بن يزيد الأيلي عن ابن شهاب الزهري عن نافع مولٰى أبي قتادة الأنصاري عن أبي هريرة رضي الله عنه کی سند سے آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم و إما مكم منكم))

''تمھارا اس وقت کیا حال ہوگا جب عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمھارا امام تم میں سے ہوگا۔'' [صحیح بخاري: ۳۴۴۹، صحیح مسلم: ۱۵۵]

اسے یونس بن یزید سے اس مفہوم کے ساتھ ابن بکیر اور عبداللہ بن وہب نے روایت کیا ہے۔ یونس کے علاوہ معمر، عُقیل بن خالد، اوزاعی، ابن اخی الزہری اور ابن ابی ذئب نے یہ روایت اسی مفہوم کے ساتھ اور من السماء کے اضافے کے بغیر روایت کی ہے۔

دیکھئے میری کتاب تحقیقی مقالات (ج ۱ ص ۱۰۳)

یہی روایت امام بیہقی نے احمد بن ابراہیم عن ابن بکیر عن یونس بن یزید عن ابن شهاب عن نافع عن أبي هريرة کی سند کے ساتھ درج ذیل الفاظ سے بیان کی ہے: ((كيف أنتم إذا نزل ابن مريم من السماء فيكم و إما مكم منكم))

''تمھارا اس وقت کیا حال ہوگا جب ابن مریم آسمان سے اتریں گے اور تمھارا امام تم میں سے ہوگا۔'' [الاسماء والصفات ص ۵۳۵، دوسرا نسخہ ص ۴۲۴، تیسرا نسخہ ص ۳۰۱]

چونکہ صحیحین میں مدلسین کی روایات سماع پر محمول ہیں لہٰذا امام زہری کی یہ روایت صحیح ہے۔ اس حدیث کو علمائے حق نے مرزائیوں قادیانیوں کے خلاف بطورِ حجت پیش کیا ہے اور اس حدیث کا دفاع کیا ہے، مثلاً دیکھئے محمدیہ پاکٹ بک (ص ۵۸۹، ۵۹۰)

معلوم ہوا کہ مسئلہ عقیدے کا ہو یا اعمال و احکام کا، ثقہ راوی کی زیادت حجت ہے بشرطیکہ من کل الوجوہ ثقات یا اوثق کے خلاف نہ ہو لہٰذا عدمِ ذکر کو خلاف بنا دینا غلط ہے۔

مثال چہارم: ایک حدیث میں آیا ہے کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ (عشاء کی) نماز پڑھتے تھے پھر واپس جا کر اپنے قبیلے والوں کو (عشاء کی) نماز پڑھاتے تھے۔ اسے عمرو بن دینار نے سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۷۰۰) و صحیح مسلم (۴۶۵)

اسے عمرو بن دینار سے سفیان بن عیینہ، شعبہ اور ایوب وغیرہم نے اس مفہوم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ دیکھئے المسند الجامع (۳/ ۴۶۸، ۴۶۹ ح ۲۲۷۰)

جب کہ یہ حدیث امام ابن جریج نے " هي له تطوع و هي لهم مكتوبة " وہ (نماز) اُن (معاذ رضی اللہ عنہ) کے لئے نفل ہوتی تھی اور ان لوگوں کے لئے (جو ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے) فرض ہوتی تھی۔ دیکھئے کتاب الام للشافعی (ص ۱۷۳ ج ۱) شرح معانی الآثار (۱/ ۴۰۹) سنن الدارقطنی (۱/ ۲۷۴، ۲۷۵ ح ۱۰۶۲، ۱۰۶۳) اور السنن الکبریٰ للبیہقی (۳/ ۸۵)

اس روایت میں امام ابن جریج رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ دیکھئے سنن الدارقطنی (ح ۱۰۶۳، وسندہ صحیح)

اس زیادت والی روایت پر نیموی صاحب نے اپنے تقلیدی مذہب کو بچانے کے لئے ''وفي هذه الزيادة كلام'' کہہ کر حملہ کر دیا ہے۔ دیکھئے آثار السنن (ص ۲۶۴ ح ۵۲۴) نیموی صاحب کا رد کرتے ہوئے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" كلا بل هذه الزيادة صحيحة فإنها زيادة من ثقة حافظ ليست منافية لرواية من هو أحفظ منه أو أكثر عددًا كما ستقف عليه "

''ہرگز نہیں! بلکہ یہ زیادت صحیح ہے کیوں کہ یہ ثقہ حافظ کی زیادت ہے، یہ زیادۃ حافظ یا اکثر کے منافی نہیں ہے جیسا کہ آپ واقف ہو جائیں گے۔ (ابکار المنن ص ۲۴۹، نیز دیکھئے ص ۲۵۰، ۲۵۱)

معلوم ہوا کہ ابن جریج (ثقہ راوی) کے تفرد والی روایت (جس میں اضافہ ہے) صحیح ہے اور مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ یہاں اور سینے پر

ہاتھ باندھنے والے مسئلے میں ثقہ راوی کی زیادت کو صحیح سمجھتے تھے۔

تنبیہ بلیغ: نیموی صاحب نے اپنے مذہب کے مخالف بہت سی روایات پر کلام کیا ہے جن میں ثقہ وصدوق راویوں کی زیادات ہیں مگر ایک جگہ اپنی مرضی کی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: "و إسناده صحیح" (آثار السنن ص ۳۳ ح ۳۶)

التعلیق الحسن میں اس حدیث کے تحت نیموی صاحب نے محدث بزار سے نقل کیا کہ ہمارے علم کے مطابق اسے بشر بن بکر عن الأوزاعي عن یحي عن عمرة عن عائشة کی سند سے حمیدی کے سوا کسی نے بھی مسند (یعنی متصل) بیان نہیں کیا۔ پھر نیموی صاحب نے جواب دیا: عبداللہ بن الزبیر الحمیدی ثقہ حافظ امام اور امام بخاری کے اساتذہ میں سے تھے لہٰذا اُن کی یہ زیادت زبردست طور پر مقبول ہے کیونکہ یہ اوثق کی روایت کے منافی نہیں ہے۔ [آثار السنن ص ۳۳]

معلوم ہوا کہ نیموی صاحب زیادتِ ثقہ کے مسئلے میں دوہری پالیسی پر گامزن تھے۔

مثال پنجم: ولید بن عیزار نے ابوعمرو الشیبانی سے، انھوں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا عمل اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا:

《الصلٰوة علٰی وقتها》 ''نماز اپنے وقت پر پڑھنا۔'' (صحیح بخاری: ۵۲۷، صحیح مسلم: ۸۵)

اسے ولید بن عیزار سے شعبہ، مسعودی، ابو اسحاق الشیبانی اور ابو یعفور نے اسی مفہوم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (المسند الجامع ۱۱/ ۵۰۶، ۵۰۷) مالک بن مغول (ثقہ) کی روایت میں درج ذیل الفاظ آئے ہیں:

《الصلٰوة في أول وقتها》 ''اول وقت میں نماز پڑھنا۔''

(صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۷، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۴۷۷، دوسرا نسخہ: ۱۴۷۹، وقال: ''تفرد بہ عثمان بن عمر'' أي عن مالک بن مغول، وح ۱۴۷۳/ ۱۴۷۵، المستدرک للحاکم ۱/ ۱۸۸، وصححہ ووافقہ الذہبی)

اس روایت میں عثمان بن عمر نے مالک بن مغول سے تفرد کیا ہے جب کہ محمد بن سابق (صحیح بخاری: ۲۷۸۲) نے اسے مالک بن مغول سے مذکورہ اضافے کے بغیر روایت کیا ہے۔

سنن دارقطنی وغیرہ میں اس کے کچھ ضعیف شواہد (تائید کرنے والی ضعیف روایات) بھی ہیں تاہم حق یہ ہے کہ عثمان بن عمر رحمہ اللہ (ثقہ) کی بذاتِ خود منفرد اور اول وقت کے اضافے والی روایت صحیح ہے۔ والحمدللہ

مثال ششم: ثقہ امام زائدہ بن قدامہ رحمہ اللہ نے عاصم بن کلیب عن أبیه عن وائل بن حجر رضي الله عنه کی سند سے ایک حدیث بیان کی کہ "فرأیته یحرکها یدعو بها"

''پس میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا، آپ (تشہد میں) اسے (شہادت کی انگلی کو) حرکت دے رہے تھے، اس کے ساتھ دعا کر رہے تھے۔'' (سنن النسائی ۲/ ۱۲۷ ح ۸۹۰ وسندہ صحیح وصححہ ابن الجارود: ۲۰۸ وابن حبان، الاحسان: ۱۸۵۷)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"لیس في شيءٍ من الأخبار "یحرکها" إلا في هذا الخبر، زائدة ذکره" [صحیح ابن خزیمه ۱/ ۳۵٤ ح ۷۱٤]

''اس حدیث کے علاوہ کسی حدیث میں یحرکھا کا لفظ نہیں ہے، اسے (صرف) زائدہ نے ذکر کیا ہے۔''

روایت مذکورہ پر بعض معاصرین نے کلام کیا ہے لیکن معاصرین میں سے ہی شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ اور ابو اسحاق الحوینی وغیرہما نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ البانی کی تصحیح کے لئے دیکھئے ارواء الغلیل (۲/ ۶۹ ح ۳۵۲)

بلکہ شیخ البانی نے (شذوذ کی وجہ سے ؟!) اس حدیث کو ضعیف کہنے والوں کا زبردست رد کیا ہے۔ دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ (۷/ ۵۵۱ ح ۳۱۸۱)

تنبیہ نمبر ۱: شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنی تائید میں صحیح اور ضعیف جتنی

روایات پیش کی ہیں اُن میں سے زائدہ کی روایت کے علاوہ کسی ایک میں بھی "یحر کھا" کا لفظ نہیں ہے۔

تنبیہ نمبر۲: ہمارے شیخ مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ نے بھی شیخ البانی رحمہ اللہ کی تصحیح کو بطورِ حجت پیش کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔ دیکھئے احکام ومسائل (ج ا ص ۱۹۶، ۱۹۷)

یہ اس کی دلیل ہے کہ حافظ صاحب بھی ثقہ کی زیادت کو صحیح سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم

مثال ہفتم: هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها کی سند سے ایک روایت میں آیا ہے کہ ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے یہاں آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تشریف رکھتے تھے۔ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا دن تھا، دو لڑکیاں یوم بعاث کے بارے میں وہ اشعار پڑھ رہی تھیں جو انصار کے شعراء نے اپنے فخر میں کہے تھے.... ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ شیطانی گانے باجے! (... صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں) دو مرتبہ انھوں نے یہ جملہ دہرایا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! انھیں چھوڑ دو۔ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور ہماری عید آج کا یہ دن ہے۔'' (صحیح بخاری مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور ج ۵ ص ۳۰۶ ح ۳۹۳۱)

اس حدیث کو ہشام بن عروہ سے شعبہ، حماد بن سلمہ اور ابومعاویہ الضریر نے بیان کیا ہے۔ (المسند الجامع ۲۰/ ۵۷۱ ح ۱۶۹۹۶)

یہ ان احادیث میں سے ایک ہے جن سے غامدی گروپ موسیقی کے جواز پر استدلال کرتا ہے۔ مثلاً دیکھئے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب ''اسلام اور موسیقی'' (ص ۱۶، ۱۷)

اس حدیث کو جب امام ابو اسامہ حماد بن اسامہ رحمہ اللہ نے ہشام بن عروہ سے اس سند ومتن سے روایت کیا تو حدیث میں درج ذیل اضافہ بھی بیان کیا۔

"ولیستا بمغنیتین" وہ دونوں (بچیاں) مغنیہ نہ تھیں۔ (صحیح بخاری: ۹۵۲، صحیح مسلم: ۸۹۲، دارالسلام: ۲۰۶۱)

یہ اضافہ اگرچہ دوسرے راوی نہیں بیان کرتے مگر ثقہ کی زیادت مقبول ہونے کے اصول سے یہ اضافہ صحیح ہے اور اس حدیث سے غامدی گروپ کا استدلال باطل ہے۔ جہاں تک میری معلومات ہیں مولانا اثری حفظہ اللہ اس زیادت کو صحیح ومقبول سمجھتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک بھی قولِ راجح میں متنِ حدیث میں ثقہ راوی کی زیادت مقبول ہے۔ [جاری ہے]



سیرۃ ساقی کوثر کانفرنس

مؤرخہ ۲ دسمبر بروز منگل مرکزی جامع مسجد مبارک اہل حدیث چک نمبر ۸۶ ج ب دھول ماجرہ فیصل آباد میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے زیر اہتمام نویں سالانہ سیرۃ ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس منعقد ہوگی۔ مقررین: مناظر اسلام سید سبطین شاہ صاحب نقوی سرگودھا، حضرت مولانا منظور احمد صاحب گوجراں والا، حضرت مولانا بہادر علی سیف صاحب سمندری، حضرت مولانا حافظ عبدالسلام صاحب شاہ کوٹ۔ [المرسل: احمد ثاقب]

حافظ آباد کی ایک مثالی کانفرنس

۲ نومبر ۲۰۰۸ء بروز اتوار کلیر والا نیا ضلع حافظ آباد میں ایک مثالی اہل حدیث کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس میں مسلک اہل سنت (بریلوی ودیوبندی) سے متعلقہ تقریباً ۱۵ کے قریب علماء وطلباء مسلک اہل حدیث سے بڑے متاثر ہوئے۔ ۱۴/ افراد کے قریب بے ریش افراد نے داڑھی رکھنے کا اعلان کیا۔ سینکڑوں لوگ اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ کانفرنس کے دوران قاری محمد سعید کلیروی اور اُن کے دو بھائیوں (میاں سفیر اور میاں محمد بشیر صاحبان) نے اپنا آبائی مکان جو کنال سے زیادہ ہے کو مسجد اہل حدیث کے لیے وقف کرنے کا اعلان بھی کیا ہے۔

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ کریم ہماری نیکیاں قبول فرمائے اور قرآن وسنت پر چلنے کی توفیق سے نوازے، آمین۔

[عابد الرحمٰن ربانی، خطیب جامع مسجد قدیم اہل حدیث کلیر والا نیا (کوٹلی امیر سنگھ) حافظ آباد]

دینی مقاصد کے لیے ٹی وی کا استعمال

محمد اقبال کیلانی (الریاض سعودی عرب)

زیرنظر مقالہ برادر محترم محمد اقبال کیلانی ﷾ کا اس مقالے پر اظہار رائے ہے جو ''الاعتصام'' میں ہمارے فاضل دوست مولانا حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ کا چھپتا تھا۔

ہماری رائے میں مولانا کیلانی کا یہ مقالہ اپنی جملہ جزئیات کے ساتھ مبنی برحق ہے۔ نام نہاد ''اضطرار'' کے عنوان پر داعیانِ کتاب وسنت کے ہاں بہت سی اخلاقی وشرعی بیماریاں در آئی ہیں۔ تفصیلات میں جائے بغیر قرآن وسنت کی تعلیمات یہ ہیں کہ ہماری سمجھ میں بات یہی آتی ہے کہ ''اضطرار'' صرف جان بچانے کی حالت کا نام ہے باقی دین نے ہمیں کسی ایسی بات کا مکلّف نہیں کیا جو ہمارے اختیار میں ...... ہدایت وغیرہ ...... نہ ہو۔ بلکہ اس کی بجائے علماء وفقہائے امت نے بعض ایسی اشیاء وآلات کو ''سدالذریعہ'' بھی ممنوع قرار دے دیا جو ناجائز اشیاء کی آمد کا ذریعہ یا وجہ بن سکتے ہوں۔ محترم کیلانی صاحب کے خیالات سے چوں کہ ہم متفق ہیں لہٰذا اس موضوع پر ان خیالات کا جواب یا مضمون ہم طبع نہیں کریں گے۔ [ا۔ش]

جون ۲۰۰۸ء کے ماہنامہ محدث (لاہور) میں ''ملی مجلس شرعی'' کے مذاکرہ علمیہ کی روئداد شائع ہوئی ہے جس میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے پندرہ واجب الاحترام علمائے کرام نے یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ ''دعوت واصلاح اور اسلامی مقاصد کے حصول خصوصاً اسلام کے دفاع اور دین مخالف پروپیگنڈا کا جواب دینے کے لیے الیکٹرانک میڈیا کا استعمال جائز ہے خواہ یہ اکراہ ہی کیوں نہ ہو۔''

امید تھی کہ اس موضوع پر دیگر علمائے کرام بھی اظہار خیال فرمائیں گے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ پانچ چھ ماہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود کم از کم میری نظر سے ایسا کوئی مضمون نہیں گزرا جس میں اس فتویٰ سے اختلاف کیا گیا ہو۔ کم وبیش پانچ ماہ بعد ہفت روزہ الاعتصام لاہور نے ۱۰ تا ۱۶؍ اکتوبر ۲۰۰۸ء کے شمارہ میں محترم حافظ صلاح الدین یوسف صاحب (﷾) کا مضمون دوبارہ شائع کیا ہے کیا اس سے یہ تاثر لیا جائے کہ پاکستان کے تمام علمائے کرام اس فتویٰ سے متفق ہیں؟

علمائے کرام کے کسی متفقہ فیصلے سے اختلاف کرنا میرے جیسے کم علم آدمی کے لیے نہ صرف مشکل بلکہ طبیعت کے لیے ناگوار بھی ہے لیکن یہ موضوع اپنے نتائج کے اعتبار سے اس قدر اہم اور حساس ہے کہ اس کے مثبت اور منفی تمام پہلوؤں کا جائزہ لینا از بس ضروری ہے۔

جہاں تک تصویر کی حرمت کا تعلق ہے، احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی شدید وعید کے پیش نظر بے غبار اور قابل اطمینان بات یہی ہے کہ تصویر ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا کیمرے سے، وڈیو کی ہو یا ٹی وی کی، پردہ سکرین پر ہو یا کاغذ پر، متحرک ہو یا غیر متحرک، قطعی طور پر حرام ہے۔ اگرچہ ائمہ کرام اور فقہائے عظام نے تصویر کی حرمت کے اسباب بھی بیان فرمائے ہیں لیکن رسولِ اکرم ﷺ کی وعید سامنے آجانے کے بعد اس کے اسباب واضح ہوں یا نہ ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مذاکرہ علمیہ میں شریک تمام علمائے کرام نے اتفاق رائے سے دینی پروگراموں کے لیے ٹی وی پر آنے کو جائز قرار دے دیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض نے برضا ورغبت اور بعض نے اسے بکراہت جائز قرار دیا ہے۔ نتیجہ بہرحال ایک ہی ہے۔

مذاکرہ علمیہ میں شریک واجب الاحترام علمائے کرام کو ہم تین گروہوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

① ...... وہ گروہ جو پہلے سے ہی اس فتویٰ پر عمل کررہا ہے۔ مثلاً جماعت اسلامی اور دیگر دینی جماعتوں کے بعض علمائے کرام۔

② ...... وہ گروہ جس نے برضا ورغبت ٹی وی پروگراموں میں

شرکت کا اظہار فرمایا۔

③...... وہ گروہ جس نے بکراہت ٹی وی پروگراموں میں شرکت کو جائز قرار دیا ہے۔

پہلے دونوں گروہوں کا معاملہ تو ایک جیسا ہی ہے جن کے موقف کی ہم کسی صورت تائید نہیں کرسکتے۔ البتہ تیسرے گروہ کے دلائل کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

①...... ٹی وی پروگراموں میں بکراہت شرکت کرنے والے علمائے کرام اصولاً اس بات سے متفق ہیں کہ یہ شرکت عام حالات میں جائز نہیں۔ البتہ جب اضطراری کیفیت پیدا ہوجائے تو بکراہت ایسا کرنا جائز ہے۔ یہ جواز قرآنِ مجید کی اس آیت مبارکہ سے پیدا کیا گیا ہے:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ط﴾

[البقرۃ: ۱۷۳]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خنزیر یا حرام چیز کھانے کی اجازت بعض شرائط کے ساتھ دی ہے۔ اولاً حلال چیز میسر نہ ہو۔ سوال یہ ہے کیا وطن عزیز میں علمائے کرام پر دعوت اور تبلیغ کے جائز تمام راستے بند ہوچکے ہیں؟ اگر ایسا نہیں (اور واقعی نہیں) تو پھر اس آیت سے اضطرار کا جواز کیسے پیدا کیا جاسکتا ہے؟

ثانیاً حلال چیز میسر نہ ہونے کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ فرد کی مثال کو پوری قوم یا پورے ملک پر منطبق کرنا کسی طور پر درست معلوم نہیں ہوتا کجا پوری دنیا میں مشرق سے مغرب تک پھیلتے ہوئے دین اسلام پر اسے منطبق کیا جائے۔ اگر یہ درست بھی ہو تو غور طلب بات یہ ہے کہ پاکستان میں اسلامی تعلیمات اور اسلامی اقدار کے پریشان کن تنزل اور انحطاط کے باوجود کیا واقعی پاکستان سے اسلام کے مکمل طور پر ختم ہونے اور مٹنے کے آثار موجود ہیں؟

چلئے لمحہ بھر کے لیے مان لیجیے پاکستان سے مکمل طور پر اسلام کے مٹنے کے آثار موجود ہیں لَا قَدَّرَ اللّٰهُ اَبَدًا تو پھر بھی کیا پاکستان سے اسلام کا وجود ختم ہونے کے ساتھ ہی پوری دنیا سے اسلام کا وجود مٹ جائے گا؟ کیا ہسپانیہ سے اسلام کے مٹنے کے ساتھ ہی اسلام کا وجود دنیا سے بھی مٹ گیا؟ ہرگز نہیں، تو پھر پاکستان میں موجودہ صورتِ حال کو اضطراری کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

ثالثاً حرام چیز کا استعمال بقدر ضرورت ہو۔ گویا حرام کو حلال کرنے کی اجازت بالکل محدود اور عارضی ہے، غیر محدود اور مستقل نہیں۔ کیا ٹی وی پر بکراہت آنے کی اجازت دینے والے واجب الاحترام علمائے کرام نے اس عارضی مدت کا تعین کرلیا ہے جس میں وہ قوم کی اصلاح کرلیں گے۔ نیز اسلام کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈا کا تدارک کرلیں گے تاکہ اس کے بعد ٹی وی پر آنا بند کردیں۔

سچی بات یہ ہے کہ فرد کے اضطرار کو پوری قوم کے اضطرار پر قیاس کرکے حرام کو مستقل طور پر حلال کرنے کا اجتہاد ہماری سمجھ سے بالکل ہی بالاتر ہے۔

②...... ٹی وی پر بکراہت آنے کے حق میں سورۃ النحل کی ۱۰۶ آیت کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جس میں ایمان پر مطمئن رہتے ہوئے کلمہ کفر کہنے کی رخصت دی گئی ہے۔ یہاں بھی جان بچانے کے لیے عارضی طور پر کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے۔ کیا اس آیت سے واقعی ایک حرام چیز کو مستقل حلال کرلینے کا جواز پیدا کیا جاسکتا ہے جب کہ جان کے خطرہ کا پہلو بھی محل نظر ہے؟

③...... اضطراری کیفیت کے سلسلہ میں شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر سرکاری دستاویزات پر تصاویر کی مثالیں بھی دی گئی ہیں۔ ہماری ناقص رائے میں ان مثالوں سے یہ جواز اس لیے پیدا نہیں کیا جاسکتا کہ اولاً یہ تصویریں بنانے کے لیے قانون کا اس قدر جبر ہے کہ ان کے بغیر کسی بھی انسان کے لیے کاربار زندگی چلانا ممکن نہیں۔

ثانیاً اس مسئلے کا کوئی دوسرا متبادل بھی نہیں۔ لہٰذا فرد اس ''جرم'' سے بری الذمہ ہے۔ ٹی وی پر آنے کے لیے علمائے کرام پر واقعی کوئی ایسا جبر موجود ہے کہ ٹی وی پر آئے بغیر ان کے لیے زندگی مشکل ہو رہی ہو یا اس کے علاوہ ان کے لیے کوئی دوسرا متبادل نہ ہو؟

④...... ایک بڑی پرکشش اور دلفریب دلیل یہ بھی دی گئی ہے کہ کیا صرف تصویر کی حرمت کی خاطر پوری قوم کو لادین عناصر کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے؟ بدکاری، فحاشی اور عریانی کی دعوت کے جواب

میں علماء اس لیے خاموش بیٹھے رہیں کہ تصویر حرام ہے؟ توپ کا مقابلہ تلوار سے اور کلاشنکوف سے میزائل کا مقابلہ ممکن نہیں، نئی نسل کو لادینیت کی یلغار سے بچانے کے لیے جدید ذرائع کا استعمال ضروری ہے۔

ہمارے واجب الاحترام علمائے کرام نے یہ دلیل اس وثوق اور پرزور طریقے سے دی ہے گویا ۱۶ر کروڑ عوام کا قبلہ درست ہونے میں اگر کسی چیز کی کمی ہے تو وہ صرف علمائے کرام کے ٹی وی پر آنے کی ہے۔ جیسے ہی علمائے کرام ٹی وی پر قدم رنجہ فرمائیں گے پاکستان صحیح معنوں میں ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' بن جائے گا۔ حالاں کہ امر واقعہ یہ ہے کہ ٹی وی پر علمائے کرام کی شرکت سے حالات کی اصلاح تو قطعاً غیر یقینی ہے البتہ حرام کو حلال کرنے کا گناہ سو فیصد یقینی ہے یعنی اِثْمُهَا اَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهَا

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض الفاظ اور فقرات واقعی جادو کا سا اثر رکھتے ہیں اور بعض الفاظ مخاطب پر اثر انداز ہونے کی اپنے اندر بے پناہ رقوت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں عملی زندگی میں ان کے نتائج بھی ویسے ہی خوب صورت اور خوشنما برآمد ہوں۔ بھٹو صاحب کا نعرہ ''روٹی کپڑا اور مکان'' ایسا دلکش تھا کہ پورے پاکستان کو بہا لے گیا۔ لیکن اس کے عملی نتائج بھی کیا ویسے ہی دلکش تھے؟

آج سے کم وبیش نصف صدی قبل دینی جماعتوں نے ایسے ہی پرکشش اور خوب صورت دلائل کی بنا پر سیاست کے میدان خارزار میں قدم رکھا۔ سیاست میں بعض دینی جماعتوں اور بعض علمائے کرام کے مثبت کردار سے ہمیں انکار نہیں۔ لیکن مجموعی طور پر غور فرمایے کہ گزشتہ نصف صدی سے دینی جماعتوں اور واجب الاحترام علمائے کرام کے میدانِ سیاست میں موجودگی کے باوجود میدانِ سیاست کی غلاظت میں اضافہ ہوا ہے یا کمی ہوئی ہے؟

اس کے ساتھ ہی یہ سوال بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ علمائے کرام کے میدانِ سیاست میں آنے کے بعد علمائے کرام کی عزت اور وقار میں اضافہ ہوا ہے یا کمی آئی ہے؟ معاشرے میں علمائے کرام کی عزت اور وقار میں کمی، درحقیقت دین کی دعوت اور اشاعت میں کمی کا باعث ہے اور علمائے کرام کی عزت اور وقار میں اضافہ دین کی دعوت اور اشاعت میں اضافہ کا باعث ہے۔ لہٰذا اس پہلو کو بھی کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

⑤...... مذاکرہ علمیہ میں سعودی عرب کی فتویٰ کونسل کے فتویٰ کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں ''ٹی وی پر گانے، موسیقی اور تصویر جیسی منکرات حرام ہیں۔ لیکن اسلامی لیکچر، تجارتی اور سیاسی خبریں جن کی شریعت میں ممانعت وارد نہیں جائز ہیں۔''

بلاشبہ اس فتویٰ سے ٹی وی پر دینی پروگراموں میں شرکت کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن ہماری گزارش یہ ہے کہ براہِ کرم اس فتویٰ پر عمل درآمد کی صورت حال کا جائزہ بھی لیا جائے۔ دائمی فتویٰ کونسل کا یہ فتویٰ ۱۴۱۱ ہجری میں دیا گیا اب ۱۴۲۸ ہجری کا اختتام ہے۔ ممکن ہے ۱۴۱۱ ہجری میں ٹی وی پر اسلامی لیکچر، تجارتی اور سیاسی خبریں ہی دی جاتی رہی ہوں۔ لیکن آج سترہ سال بعد کی صورت حال کیا ہمارے علمائے کرام کی نظروں سے مخفی ہے؟ یاد رہے سعودی عرب میں فتویٰ کونسل کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے اور ملوکیت میں معاملات کو کنٹرول کرنا جمہوری نظام کے مقابلہ میں کہیں زیادہ آسان ہے۔ کیا ہم اس مثال سے کوئی سبق لینے کے لیے تیار ہیں؟

تعجب کی بات ہے کہ مذاکرہ علمیہ میں تمام علمائے کرام نے علمی بحث فرمائی ہے، زمینی حقائق سے بالکل صرف نظر کیا ہے۔ محترم حافظ صلاح الدین یوسف صاحب حفظہ اللہ شیخ الحدیث محترم حافظ عبدالعزیز علوی صاحب نے بلاشبہ زمینی حقائق کے حوالے دیئے ہیں جو بالکل بجا تھے۔ لیکن افسوس کہ دونوں واجب الاحترام علمائے کرام نے آخر میں اپنے ہی دیئے گئے دلائل پر خط تنسیخ پھیر دیا۔ کاش ایسا نہ ہوتا!

آخر میں ہم واجب الاحترام علمائے کرام کی خدمت میں اپنے بعض سوالات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ کوئی عملی قدم اٹھانے سے پہلے ان پر بھی غور فرما لیا جائے۔

①...... عہد نبوی میں نضر بن حارث نے اسلام کا راستہ روکنے کے لیے ٹی وی کلچر (گانا بجانا، فحاشی، بے حیائی) کا آغاز کیا تو رسولِ اکرم ﷺ نے اس کا توڑ کیسے کیا؟

۲...... تبلیغی جماعت سے بعض اختلافات کے باوجود کسی پرنٹ میڈیا یا الیکٹرانک میڈیا کے استعمال کے بغیر حیران کن حد تک ...... اعلیٰ تعلیم یافتہ، متوسط تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ ...... تینوں طبقوں میں پوری دنیا کے ممالک میں منظّم ترین کام میں ہمارے لیے کوئی سبق ہے یا نہیں؟

۳...... چند سال قبل ایک فلم ''خدا کے لیے'' بنائی گئی جس میں موسیقی حجاب، داڑھی، عورتوں کے حقوق، مرتد کی سزا، قانون حدود اور بعض دیگر اسلامی احکام کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ علمائے کرام کو بطور خاص نشانہ تضحیک بنایا گیا ہے، کیا اس کا توڑ کرنے کے لیے نظریہ ضرورت کے تحت فلم بنانے کی اجازت بھی دے دی جائے گی؟ فنی اعتبار سے فلم اور ویڈیو میں تو ویسے بھی کچھ فرق نہیں! ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ بند دروازے کو کھولنا بہت آسان ہے۔ لیکن کھولے گئے دروازے کو دوبارہ بند کرنا اتنا ہی مشکل ہے۔

۴...... ٹی وی پروگراموں میں بکراہت شرکت کی اجازت دینے والے واجب الاحترام علماء کرام کی ''ملی مجلس شرعی'' میں تعداد بہت قلیل ہے یعنی ۲۰ فیصد، سوال یہ ہے کہ برضا ورغبت حصہ لینے والے ۸۰ فیصد علمائے کرام کی موجودگی میں ۲۰ فیصد کی اقلیت اپنی کراہت کا اظہار کیسے کرے گی اور کب تک اس کراہت کو برقرار رکھ سکے گی؟

۵...... فحاشی، عریانی، بے حیائی اور اسلامی اقدار کی تضحیک بلاشبہ کبائر میں سے ہے۔ لیکن اکبرالکبائر تو شرک ہے جو فحاشی اور بے حیائی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ وطن عزیز میں پھیل رہا ہے۔ گاؤں گاؤں، گلی گلی اور محلے محلے میں شرک کے مراکز بن رہے ہیں۔ کیا ملی مجلس شرعی کے واجب الاحترام علمائے کرام پاکستان کو شرک سے پاک کرنے کے لیے ٹی وی پر آ کر قبر پرستی اور شرک کے خلاف آواز اُٹھانا پسند یا اس کی جرأت فرمائیں گے؟

ٹی وی گزشتہ نصف صدی سے بڑے تسلسل اور تیزی کے ساتھ برائی پھیلانے میں مصروف ہے۔ سوال یہ ہے کہ مخلص اور بے لوث علمائے کرام کی کتنی بڑی جماعت کتنے عرصہ میں اس غلاظت اور گند کو صاف کر پائے گی؟ اور اس عرصہ میں ٹی وی مزید جو غلاظت اور گند پھیلا چکا ہوگا اسے کیسے صاف کیا جائے گا؟

مرحوم ضیاء الحق کے ابتدائی دور کی بات ہے۔ محترم میاں طفیل محمد صاحب سابق امیر جماعت اسلامی (تب امیر جماعت) ریاض (سعودی عرب) تشریف لائے۔ مجلس شوریٰ کے چند ارکان کی نشست میں بھٹو صاحب کے دورِ حکومت میں اسلام کے خلاف اٹھائے گئے اقدام اور پھیلائی گئی فحاشی اور بے حیائی پر تبصرہ کرتے ہوئے میاں صاحب نے فرمایا کہ اگر آج جماعت اسلامی کے تمام ارکان لنگر لنگوٹ کس کر پاکستان کی صفائی کرنا شروع کر دیں تو کم از کم دس سال میں پاکستان کو زیرو پوائنٹ پر لائیں گے۔ یہ بات کم وبیش ربع صدی پہلے کی ہے اس کے بعد ملک میں جو دینی، اخلاقی، سیاسی اور معاشی انحطاط اور تنزل آیا ہے وہ اس دور سے کہیں زیادہ ہو چکا ہے۔

عرض کرنے کا مقصد علمائے کرام کی حوصلہ شکنی کرنا نہیں بلکہ اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ علمائے کرام کے ٹی وی پر تشریف لانے سے اسلام کا کوئی کام ہوتا ہے یا نہیں ہوتا، کتنا ہوتا ہے کتنا نہیں ہوتا؟ یہ تمام باتیں مکمل طور پر نامعلوم ہیں۔ البتہ جو بات یقینی طور پر معلوم ہے وہ یہ ہے کہ تصاویر کے بارے میں حدیث رسول ﷺ کی نافرمانی ہر صورت میں ہوگی۔ کم از کم عمل بالحدیث کی فکر اور سوچ رکھنے والے طبقہ کو اس پہلو پر ضرور غور فرمانا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو ؂

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

۷...... یہ اصول تو مسلمہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں سعی اور کوشش کا مکلّف ہے نتائج کا نہیں۔ تو پھر کوشش میں اسلامی احکام سے روگردانی کا فائدہ؟

سبب کچھ اور ہے جسے تو سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے واجب الاحترام علمائے کرام کو سیاست کی دلدل میں پھنسنے کے بعد ٹی وی کے فتنہ سے محفوظ رکھے، آمین!



رزق کی فراوانی تو کافروں اور باغیوں کو بھی ملتی ہے مگر......

مولانا عمر فاروق السعیدی (جامع ریاض الاسلام، منڈی واربرٹن)

ہم نے اپنے ملک پاکستان کی تاریخ پڑھی سنی اور اساتذہ نے بھی یہی بتایا کہ ہم نے ہندوؤں سے اپنا ملک صرف اور صرف اپنے دین اور نظام اسلام کی خاطر الگ کیا ہے۔ اس کا نعرہ (اور ماٹو) اب تک یہی چلا آ رہا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ

مگر اب ہم ترقی پذیر بلکہ ترقی یافتہ ہوگئے ہیں کہ اسلام کو بھی روشن خیال اور ترقی یافتہ کرنے کی فکر لگ گئی ہے۔ مذکورہ بالا نعرہ (جو پہلے بھی صرف زبانی حد تک ہی تھا) رجعت پسندانہ معلوم دینے لگا، اور اس کی بجائے ایک نیا نعرہ ایجاد کرلیا گیا...... سب سے پہلے پاکستان ...... اس پر چند ایک رجعت پسندوں نے ناک بھوں چڑھانے کی کوشش کی یا کرتے رہتے ہیں مگر نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا ہے۔ اور ہم اسلام پسندوں کے نقار خانے بھی الگ الگ ٹھہرے اور ان کی طوطیاں بھی......

خیر مجھے کبھی قرآنِ کریم کے مطالعہ کا موقع مل جاتا ہے۔ میں نے اس کے فلسفہ عروج وزوال پر غور کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ اس حیاتِ مستعار میں رزق کی فراوانی اور لوگوں کی ظاہری سج دھج کے لیے ایمان کوئی شرط نہیں۔ بسا اوقات تو یہ باغیوں کو بہت فراوانی کے ساتھ دیا جاتا ہے بلکہ فرمایا: ہم ان کو اور بھی دیں، صرف اہل ایمان کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ زیادہ ہی بے دل نہ ہوجائیں۔

﴿ وَ لَوْ لَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ o وَ لِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِــٴُـوْنَ o وَ زُخْرُفًا ط﴾ [الزخرف: ۳۳،۳۵]

''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ (کفر ہی پر آمادہ ہوکر) ایک امت بن جائیں گے تو ہم ان کافروں کے لیے، جو رحمٰن سے کافر بن رہے ہیں، ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے، اور ان کی سیڑھیاں جن پر یہ چڑھتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے دروازے اور ان کے تخت جن پر یہ تکیے لگاتے ہیں (چاندی کے بنا دیتے) اور سونے کے بھی۔''

مگر ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ یہ سب حیات مستعار اور عارضی زندگی کا عارضی سودا ہے۔

سابقہ امتوں اور قوموں میں سے جن کو کچھ عروج ملا مثلاً قومِ فرعون کو سیاسی تسلط حاصل رہا، قوم ثمود جس نے بڑے بڑے مضبوط محل اور پلازے بنانے کا شوق پالا، قوم سبا کہ زراعت وباغبانی نے ان کو خوش حال بنا دیا تھا اور قوم شعیب کی تجارت ان کے لیے شادمانی کا باعث تھی اور اس طرح دوسری قومیں، ان کے لیے ان کی ثروت کسی طرح بھی بقاء ودوام کا باعث نہ بن سکی اور نہ ان کو عز وشرف حاصل ہوا۔ ان کی یہ سب کارگزاریاں ایک مختصر عرصے کے لیے ان کے ساتھ رہیں پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نشانِ عبرت بنا دیئے گئے۔ کیوں کہ وہ اللہ کے باغی اور اس کے رسولوں کے ناقدرے اور نافرمان رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ

﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ ط حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ o فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ط﴾

''جب یہ لوگ اس چیز کو بھول بھال گئے جس کی انھیں نصیحت

کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔
حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں پر اترانے لگے ان کو اچانک آ پکڑا،
تو وہ حیران پریشان ہو کر رہ گئے۔ اور پھر ان ظالموں کی جڑ
کاٹ کر رکھ دی گئی۔'' [الانعام: ٤٤،٤٥]

یہ آیت کریمہ بتاتی ہے کہ باغی، سرکش اور کافر فرد یا لوگوں کو رزق کی فراوانی، حکومت، رعب و دبدبہ اور دوسروں پر تسلط دیا جاتا ہے ...... اس وجہ سے نہیں کہ وہ اس کے مستحق یا اللہ کے پسندیدہ ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ اللہ کا قانون مہلت اور قاعدہ استدراج ہوتا ہے اور ان کی رسی ڈھیلی چھوڑ دی جاتی ہے کہ کرلو جو کچھ کر سکتے ہو، اور پھر جب وہ اللہ کی نافرمانی، بغاوت اور ظلم و تعدی میں اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو پھر اچانک ان کی جڑ کاٹ دی جاتی ہے اور کوئی بھی ان کی مدد کو نہیں پہنچ سکتا۔

ان کے مقابلے میں انبیائے کرام اور بالخصوص آخری رسول محمد اور قرآنِ کریم کی دعوت یہ ہے کہ

﴿ وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ﴾ [الاعراف: ٩٦]

''اگر یہ بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کے لیے زمین و آسمان کی برکتیں کھول دیتے۔''

بنی اسرائیل کے متعلق بالخصوص فرمایا:

﴿ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ ﴾

''اگر یہ لوگ توراۃ، انجیل اور اس چیز کی پیروی کرتے جو ان کے ربّ کی طرف سے ان کی طرف نازل کی گئی تھی تو یہ لوگ اپنے اوپر کی طرف سے کھاتے اور پاؤں کے نیچے کی جانب سے بھی......'' [المائدۃ: ٦٥]

مندرجہ بالا الفاظ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بغاوت و سرکشی میں بہت کچھ ملتا ہے اور ایمان و تقویٰ کی صورت میں بھی...... مگر نافرمانی میں ''محض ملتا ہے'' ...... اور بطور مہلت و استدراج ملتا ہے۔ اس میں کوئی خیر و برکت نہیں ہوتی۔ اس کا انجام اچانک ہلاکت ہوتی ہے۔ اور ایمان و تقویٰ کی صورت میں جو ملتا ہے خیر و برکت کا ملتا ہے، اس میں سعادت ہوتی ہے اور اس کا حال اور مال دونوں باعث عز و شرف ہوتے ہیں۔

یہاں ہمیں سوچنا چاہیے کہ اس امت کو جو کچھ مل رہا ہے وہ کس پہلو کا ہے ...... کیا محض زمین و آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔ یا زمین و آسمان کی برکات۔

اللہ کا مسلمان بندہ ہمیشہ بابرکت چیز کا حریص ہوتا ہے، نہ کہ محض کھانے پینے یا لذت اندوزی کا۔ بے برکت چیزیں ناپائیدار ہی نہیں بلکہ نحوست اور شقاوت کا باعث بنتی ہیں اور ان سے پلنے بڑھنے والے جسم بھی منحوس اور عذاب کا باعث ہوتے ہیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی وہ شکایت اور عذاب کی عرض داشت جو انھوں نے اپنی ناہنجار قوم کے متعلق اللہ کے حضور پیش کی۔ اس میں انھوں نے یہی کہا کہ اے اللہ! تیری مال و اولاد کی نعمتوں نے ان کو تیری شکر گزاری اور اطاعت کی بجائے نافرمانی اور طغیان ہی میں بڑھایا۔ یہاں تک کہ ان کے جسم میں بننے والے نطفے بھی فاسد ہو چکے ہیں۔ ان کی آئندہ ہونے والی اولادیں بھی فاجر اور فاسق ہی ہوں گی۔ [نوح: ٢٧]

خیر و برکات کی چند مثالیں:

❀ ...... قرآنِ کریم نے سورۃ کہف میں سیدنا موسیٰ و خضر کا واقعہ بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس میں بڑے اسباق ہیں۔

① ...... کشتی والوں کی کشتی کو ظالم بادشاہ کی دست برد سے کس عجیب طریقے سے محفوظ کیا گیا۔

② ...... نیک ماں باپ کو ان کے آئندہ نافرمان بن جانے والے بچے سے بچا کر اس کے بدلے نیک صالح بچے کی خوشخبری دی گئی۔

③ ...... نیک صالح باپ کے دو یتیم بچوں کی گرتی دیوار کو سیدھا کر کے ان کے خزانے کو محفوظ بنا دیا گیا۔

یہ سب امور ایمان وتقویٰ کی بنیاد پر تھے۔

❀......حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جب جنگ جمل میں شہید ہوگئے، اس سے پہلے انھوں نے اپنے فرزند عبداللہ کو اپنے قرض کے متعلق بڑی تاکید کی۔ چناں چہ ان کے چند پلاٹ تھے، ان کو فروخت کیا گیا، ان میں اللہ نے ایسی برکت دی کہ چاروں بیویوں کو ان کا آٹھواں حصہ بارہ بارہ لاکھ کی تعداد میں حاصل ہوا۔ صحیح مسلم اور ریاض الصالحین میں ان کا یہ واقعہ بڑا دلچسپ اور قابل مطالعہ ہے۔

❀......حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی اولاد کو وراثت میں گنتی کے چند چند سکے ہی ملے۔ مگر اللہ نے ان کو ایسی برکت دی کہ وہ مجاہدین کو ہزار ہزار گھوڑے پیش کرنے والے بنے۔ جب کہ سابقہ امویوں کی اولادیں جن کو وراثت میں لاکھوں ملے، ان کو بغداد میں بھیک مانگتے دیکھا گیا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

❀......امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ میں نے مصر میں ایک ککڑی دیکھی جو تیرہ بالشت لمبی تھی۔ ایک مالٹا دیکھا جسے دو حصوں میں کاٹ کر اونٹ پر دو جانب میں لادا گیا تھا۔ اور یہ زکوٰۃ کی برکات تھیں۔ [کتاب الزکوٰۃ]

❀......سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر جب ہر طرف اسلام ہی اسلام ہوگا اور کفر اپنی بساط لپیٹ لے گا۔ اس وقت زمین کی برکات اس طرح ظاہر ہوں گی کہ ایک انار ایک جماعت کے لیے کافی ہوگا۔ اور پھر اس کے خول کو وہ لوگ بطور سائبان استعمال کریں گے۔

دودھ والی اونٹنی کا دودھ ایک بڑے قبیلے کو، ایک گائے کا دودھ اس سے چھوٹے خاندان کو اور ایک بکری کا دودھ ایک گھرانے کو کافی ہوگا۔ [بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفتن، العلامات بن یدی الساعۃ......]

ہر مسلمان کو محض رزق نہیں بلکہ بابرکت رزق کی دعا کرنی چاہیے۔ بلکہ ہر چیز جو وہ عنایت فرمائے بابرکت ہو...... وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَا اَعْطَيْتَ۔



ضروری اعلان

یادگارِ اسلاف حضرت مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ کی سوانح حیات کے ضمن میں ہم عنقریب ایک کتاب تیار کر رہے ہیں۔

ہماری جماعت اہل حدیث کے چھوٹے بڑے تمام مضمون نگار حضرات سے گزارش ہے کہ حضرت میر محمدی رحمہ اللہ کے متعلق ایک معلوماتی، سوانحی اور ان کی خدمات پر جو بھی لکھ سکیں ضرور ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ ان شاء اللہ ہم اسے مذکورہ کتاب کا حصہ بنا دیں گے۔

ڈاکٹر محمد یونس، مکان نمبر E-846

مناظر سٹریٹ علی پارک بیدیاں روڈ لاہور کینٹ۔

فون: 042-5709149 / 0321-4348153

اظہارِ تعزیت

①......مولانا عبداللہ سعید دارالعلوم ڈھلیانہ ضلع اوکاڑا کی اہلیہ محترمہ گزشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ مرحومہ صالحہ ونیک سیرت خاتون تھیں۔ احباب مرحومہ کی مغفرت وبلندیٔ درجات کے لیے دعا فرمائیں۔

②......حضرت مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ کے انتقال پر ملال پر انتہائی صدمہ پہنچا۔ اللہ کریم انھیں جنت الفردوس میں مقامِ بلند سے نوازے، آمین۔

①......ابوالاحتشام حمزہ طور، گوجراں والا

②......مولانا عبدالرحمٰن، دارالاصلاح السّلفیہ باغبان پورہ لاہور

③......میاں محمد یوسف، آپٹیکل سنٹر نیا بازار، قصور

④......جماعت اہل حدیث، چونیاں ضلع قصور

⑤......مولانا بارک اللہ صمصام، قصور

⑥......ڈاکٹر محمد یونس، بیدیاں روڈ، لاہور



اصـــولِ دعـــوت

(دارالفلاح پاکستان کے پروگرام ''تعلیم وتربیت کورس'' میں خطاب)

شیخ عمر فاروق

﴿ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ، اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ ﴾

''(اے نبی ﷺ) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے وعظ کے ساتھ دعوت دیجیے اور اُن سے احسن طریقے سے بحث کیجیے، بے شک آپ کا ربّ ہی خوب جانتا ہے اُس شخص کو جو اُس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔'' [النحل:۱۲۵]

دعوت الی الخیر:

''اُدۡعُ'' بلایے، دعوتِ حق کی طرف بلانا مسلمانوں کا فریضہ ہے، یہ اُن کے خمیر میں رچا بسا ہے، وہ دنیا میں اِسی لیے پیدا ہوئے ہیں کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلائیں۔

لفظ مسلم: اِس کے لفظی معنی مطیع اور فرماں بردار کے ہیں، انگریزی میں اِسے (Obedient) کہیں گے، اور شرعی طور پر اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار اور دل وجان سے اُس کے احکامات کو اتباع رسول اللہ ﷺ میں ماننے والا۔

اسلامی تاریخ: اِسلام کوئی نیا دین نہیں ہے، اس کا آغاز سیدنا آدمؑ سے ہوا، انھوں نے اسی کی دعوت اپنی اولاد کو دی، ارشاد ہوتا ہے:

﴿ هُوَ سَمّٰکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَفِیۡ هٰذَا ﴾

[الحج:۷۸]

اسلامی تاریخ: اِسلام کوئی نیا دین نہیں ہے، اس کا آغاز سیدنا آدم سے ہوا، انھوں نے اسی کی دعوت اپنی اولاد کو دی، ارشاد ہوتا ہے:

﴿ هُوَ سَمّٰکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَفِیۡ هٰذَا ﴾

''اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام ''مسلم'' رکھا اور اِس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے)۔'' [الحج:۷۸]

یہ اللہ کا بڑا پسندیدہ نام ہے، اب اِس نام کو چھوڑ کر امت محمدیہ فرقوں میں بٹ گئی، قرآن برملا اعلان کرتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَهُمۡ وَکَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ، اِنَّمَاۤ اَمۡرُهُمۡ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ﴾ [الانعام: ۱۵۹]

''یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے (اے نبی ﷺ) اُن سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں، اُن کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے، وہی اُن کو بتائے گا کہ انھوں نے کیا کچھ کیا ہے (روزِ قیامت اُن سے باز پرس ہوگی)۔''

دین کیا ہے؟

''الـــدیـــن'' یعنی مخصوص طریق زندگی کا نام دین ہے۔ ایسا طریق زندگی جو اُسے پسند ہے اور اِسے بہت بڑی نعمت بلکہ اتمام نعمت سے یاد کیا گیا ہے:

﴿ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ

﴿ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ﴾ [المائدة:۳]

’’آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بحثیت دین (یعنی زندگی گزارنے کے طریق کار کے طور پر) قبول کیا۔‘‘

حقیقی نعمت کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر ان گنت انعامات ہیں چناں چہ ارشاد ہوا:

﴿ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ﴾ [ابراھیم:۳۴]

’’اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گننے لگو تو تم اُن کا شمار نہ کرسکو۔‘‘

جیسا کہ ہوا، پانی، غذا، پھل، پھول، جسم وجان، آنکھ کان، دل ودماغ، ہاتھ پاؤں وغیرہ کتنی بڑی نعمتیں ہیں، مگر اِتمام نعمت دین اسلام کو قرار دیا ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ کا اس پر سراپا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اُس نے ہمیں مسلمان بنایا:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا، وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ﴾ [الاعراف:۴۳]

’’ہر تعریف اور ہر شکر اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا، ہم خود راہ نہ پا سکتے تھے اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ کرتا۔‘‘

دعائے استقامت:

ہم نماز کی ہر رکعت میں رب کریم کے حضور التجا کرتے ہیں:

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴾ [الفاتحة:۶]

’’(اے اللہ!) ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔‘‘

بعضوں نے اس کا ترجمہ ’’دکھا‘‘ کیا ہے، اوّل الذکر شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے ترجمہ کیا ہے اور اس میں بڑی خوبی پیدا کر دی ہے، مثلاً اگر کوئی کسی سے کہتا ہے کہ اسٹیشن کا راستہ کون سا ہے، وہ اشارے سے بتاتا ہے کہ ’’اِدھر جاؤ، پھر اُدھر جاؤ وغیرہ‘‘، تم اسٹیشن پہنچ جاؤ گے، مگر کوئی کہتا ہے: ’’آیئے! میں آپ کو اسٹیشن پر چھوڑ آتا ہوں،‘‘ تو اس کا کتنا بڑا احسان ہوگا، ہم اپنے خالق ومالک سے التجا کرتے ہیں کہ ہماری دست گیری فرمایے اور ہماری منزلِ مقصود تک مکمل رہنمائی فرمایے کہ اس کے بغیر ہمارا وہاں تک پہنچنا ناممکن ہے۔

داعیِ حق ہی اچھا انسان ہے:

ایک مؤذن جب مسجد سے صدا بلند کرتا ہے: ’’حی علی الصلوٰۃ‘‘ آؤ نماز کی طرف، ’’حی علی الفلاح‘‘ آؤ کامیابی کی طرف۔ تو یہ درحقیقت رب کائنات کی دعوت کا اعلان کرتا ہے، اور جو شخص اِس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنی جبین نیاز جھکانے اپنے خالق کے حضور جا پہنچتا ہے، تو وہ بھی اچھا انسان بن جاتا ہے، اِسی طرح وہ شخص جو اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے تو وہ بھی خوب ترین بات کا اعلان کرتا ہے جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے یہاں لازوال ثبت ہو جاتا ہے:

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ [حم السجدہ: ۳۳]

’’اور اُس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔‘‘

اور بحثیت مجموعی نسل انسانیت تک پیغام ہدایت پہنچانا امت مسلمہ کا فریضہ ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾

[آل عمران: ۱۱۰]

’’اب دنیا میں وہ بہترین امت تم ہو جسے نسل انسانیت کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔‘‘

ایمان کا لازمی تقاضا ہے کہ اسلام کی خدمت دل وجان سے کی جائے اس لیے کہ ایک اچھے مومن کی تعریف جناب رسول اللہ ﷺ نے اِس طرح فرمائی ہے:

《 اَلْـمُـؤْمِنُ مَنْ اٰمَنَهُ النَّاس 》 [احمد: ۳/۱۵٤، رقم: ۱۲۵۸۹ مسند انس بن مالك]

''حقیقی مومن تو وہ ہے کہ جس سے روئے زمین کے تمام لوگ امن اور آرام پا جائیں۔''

اور ایک اچھے مسلمان کی تعریف یوں فرمائی:

《 اَلْـمُسْـلِـمُ مَـنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ 》

[احمد: ۳/ ۱۵٤، رقم: ۱۲۵۸۹ مسند انس بن مالك]

''مسلمان تو وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

اسلام اور ایمان میں فرق؟

اِسلام کی تعریف رسول اللہ ﷺ نے اِس طرح فرمائی ہے:

《 اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَـدَ اَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُـوْلَ الـلّٰـهِ وَتُـقِيْـمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِى الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْـلًا 》

[مسلم، كتاب الايمان، رقم: ۹۳ دارالسلام]

''اِسلام یہ ہے کہ تم اِس بات کی شہادت دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور اگر بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت ہو تو اُس کا حج ادا کرو۔''

ایمان کی تعریف اِن الفاظ کے ساتھ آپ نے بیان فرمائی:

《 اَلْاِيْـمَـانُ أَنْ تُـؤْمِـنَ بِـاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ 》 [ايضاً]

''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ، اُس کے فرشتوں، اُس کی کتابوں، اُس کے رسولوں، روز قیامت، اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔''

اِس سے معلوم ہوا کہ اسلام ان باتوں کا نام ہے جو ظاہر میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ کلمہ طیبہ کا سچے دل سے اقرار کرنے کے بعد، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسی عبادات ظاہری طور پر ادا کی جاتی ہیں جب کہ ارکانِ ایمان کی تمام باتوں کا تعلق دل سے ہے، اور یہ دونوں باہم لازم وملزوم ہیں، ایمان کے بغیر، اسلام کے ارکان پر عمل پیرا نہیں ہوا جا سکتا، اور جب تک کوئی شخص اسلام کے ارکان پر عمل پیرا نہ ہو اُس کا ایمان مضبوط اور قوی نہیں رہ سکتا ہے۔

اِس آیہ مبارکہ پر غور کیجیے:

﴿ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَـا وَلَمَّـا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحجرات: ١٤]

''یہ بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، اِن سے کہیے! تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ''ہم مطیع ہوگئے۔ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے، اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری اختیار کرلو تو وہ تمہارے اعمال کے اجر میں کوئی کمی نہ کرے گا، یقیناً اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔''

اِس آیہ مبارکہ سے یہ حقائق سامنے آتے ہیں:

(ا) اِسلام ایک ظاہری قانونی شکل رکھتا ہے، جو شخص کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے، وہ مسلمانوں کی صف میں شامل ہوجاتا ہے اور اُس پر اسلام کے احکام جاری ہوجاتے ہیں اور ایمان کا تعلق دِل سے ہے۔

(ب) اسلام اور ایمان لازم ملزوم ہیں اور دونوں ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔

(ج) ظاہری طور پر اسلام قبول کر لینا اور دِل کا مطمئن نہ ہونا کامل ایمان کی نشانی نہیں ہے، کامل ایمان اُسے کہتے ہیں جب کوئی شخص احکام الٰہی کو اتباع رسول ﷺ میں ادا کرنے لگے اور اُسے حرز جاں بنالے، جب کہ اِس آیت میں ارشاد ہوا: ﴿ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ ''اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری اختیار کرلو''، اور اسی فرماں برداری پر آخرت میں کامیابی اور اجر مرتب ہوگا۔ [جاری ہے]

جو بیچتے تھے دوائے دل ...... وہ دکان اپنی بڑھا گئے

(حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز میر محمدی رحمہ اللہ سے کویت میں لیا گیا ایک انٹرویو)

مولانا عبدالخالق مدنی (کویت)

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

《 يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ، ويبقى حُفَالَةٌ كحفالة الشعير أو التمر، لا يباليهم الله بالةً 》 [صحيح الجامع الصغير: ٨٠٨٧/٧]

''نیک لوگ یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہوتے جائیں گے اور وہ افراد باقی رہ جائیں گے جن کی حیثیت جَو یا کھجوروں کے چھانٹ کی سی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔''

اس پُرفتن دور میں علمائے ربانی اور داعیانِ کتاب وسنت کہ جنھوں نے علومِ نبوت کی شمع کو فروزاں کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اوران کا یہ شعار رہا۔

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے

ایسے علمائے حق کا بزم جہاں سے رخصت ہونا کسی بڑی مصیبت اور صدمے سے کم نہیں۔ کیوں کہ علمائے حق کی موت علوم ومعارف کی موت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

" أ تدرون ما ذهاب العلم؟ قلنا: لا، قال: ذهاب العلماء"

''جانتے ہو کہ علم کے اٹھ جانے سے کیا مراد ہے؟ ہم (شاگردوں) نے کہا: نہیں؟ تو فرمانے لگے: علماء کی موت علم کی موت ہے۔''

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

《 إن الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالما اتخذ الناس رؤوسا جهالا فسئلوا فأفتوا بغير علم فضلوا واضلوا 》 [بخاری، کتاب العلم: ١٠٠]

''اللہ تعالیٰ دولت علم یکبارگی لوگوں کے سینوں سے نہیں نکال لے گا، بلکہ علمائے حق کی وفات کے ذریعے علم کو اٹھا لے گا۔ حتی کہ جب علوم نبوت کے حقیقی ورثاء باقی نہیں رہیں گے تو جہلا مسند علم پر براجمان ہوں گے اور اپنی جہالت کی بنا پر ایسے فتاویٰ جاری کریں گے جن کے ذریعے خود تو گمراہ ہوں گے ہی وہ لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

میراث میں آئی ہے انھیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

اسی لیے کہا جاتا ہے: ''موت العالم موت العالم'' اہل علم کی موت سے ایک عالم اُداس ہوتا ہے

یکم نومبر ۲۰۰۸ء کا سورج علم وعمل کے جس آفتاب کو ساتھ لے کر غروب ہوا، اس عبقری اور نابغہ روزگار شخصیت کے سانحہ ارتحال پر وابستگان کتاب وسنت کا ہر پیر وجواں اور مرد وزن غم زدہ وپریشان ہے، منبر ومحراب گریہ کناں اور محافل دعوت وارشاد سونی سی اور اداس ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس سے میری مراد حضرت العلام محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے وہ قابل فخر تلمیذ رشید ہیں کہ ہم نے بارہا اپنے اساتذۂ کرام کو کہتے ہوئے

سنا کہ محدث گوندلوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا عمل کرکے ساتھ لائے ہو؟ تو میں کہوں گا کہ میری کمائی "یحییین" ہیں۔یعنی ایک مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ، (علم وعمل کے یہ عظیم پیکر اور ولی کامل ۹ نومبر ۲۰۰۱ء بروز جمعۃ المبارک اس دارِفانی سے رخصت ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ واسکنہ فیسح جناتہ)اور دوسرے حافظ محمد یحییٰ عزیز میرمحمدی طیب الله ثراه وجعل الجنة مثواه۔

یقیناً یہ لوگ اللہ کے ولی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بہی خواہ وہمدرد اور ناصح امین تھے۔جنھوں نے اپنی پوری زندگی بندگانِ رب العالمین، کے عقائد واعمال کی اصلاح اور ان کی عملی تربیت کرنے میں صرف کی اور ایسے ہی قابل قدر لوگوں کے بارے میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

《 اولياء الله الذين اذا رؤوا ذكر الله 》

[السلسلة الصحيحة: ۷/ ۱۷۳۳]

"اولیاء اللہ کی نشانی یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر یادِالٰہی کا شوق پیدا ہوتا ہے۔"

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو بسلسلہ دعوت وتبلیغ کویت تشریف لائے، قمیص اور تہبند میں ملبوس، سر پر دھاری دار رومال اور ہاتھ میں چھوٹا سا بیگ تھا۔ جب ائیرپورٹ پر آپ کی زیارت ہوئی اللہ اکبر! کمال سادگی لیکن چہرے پر صالحیت کا وقار اور پیشانی تقویٰ کے نور سے روشن، آنکھیں حیاء کی کانیں، اور زبان ذکر الٰہی میں مشغول، ان معنوی اوصاف نے حضرت کے رخ زیبا کی سرخ وسفید رنگت اور جھکی ہوئی حیادار موٹی اور نیلگوں آنکھوں کے حسن وجمال کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ دیکھنے والا بے ساختہ پکار اٹھتا کہ "یہ اللہ کے ولی ہیں۔"

کویت میں قیام کے دوران حضرت نے مختلف مساجد میں خطابات فرمائے اور جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ان کا محبت بھرا اور دِل کوموہ لینے والا اسلوب دعوت، اور مسحور کن انداز تلاوت اور شگفتہ مزاجی کو سامعین ہمیشہ یاد کرتے ہیں۔حتی کہ کئی مرتبہ درس کے اختتام پر حاضرین نے حضرت سے درخواست کی کہ ہمیں تلاوتِ کلام پاک سنائیے! چناں چہ آپ نے کویت کے ایک علاقہ فحاحیل میں درس قرآنِ پاک ارشاد فرمانے کے بعد تلاوتِ کلام پاک سنائی اور اس دوران سامعین پر روحانیت کا ایک عجیب اثر دیکھنے میں آیا۔آپ نے مکمل قرآن کی تلاوت مع ترجمہ ومختصر مگر جامع تفسیر (۴۵) آڈیو کیسٹ میں ریکارڈ بھی کروایا جو کہ آج کل کیسٹ اور (C.D) کی شکل میں دستیاب ہے اور کتاب اللہ کے فہم ومعرفت کے لیے ایک نادر تحفہ اور بیش بہا خزینہ ہے۔

دورۂ کویت کے دوران حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا قیام راقم الحروف کے کمرے میں تھا۔اس لیے ان سہانے شب وروز کا مشاہدہ اور حضرت کے معمولات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ یقیناً وہ اسلاف کی نشانی اور علم وعمل کا حسین پیکر تھے۔ان کی نگاہ میں دنیا ہیچ تھی وہ آخرت کو اپنا مستقبل سمجھتے اور اس کے لیے کوشاں تھے۔ وہ تحائف قبول کرنے سے گریز کرتے اور مرد وزن کے اختلاط کے باعث بازار میں نکلنے سے پرہیز کرتے تھے۔حتی کہ بعض احباب کے اصرار کے باوجود بھی وہ کویت کے تفریحی مقامات کی سیر کے لیے نہیں گئے۔ وہ فرمایا کرتے تھے"اگر دیدارِالٰہی کا شوق ہے تو اپنی آنکھوں کے آئینے کو آلودگی سے بچاؤ۔" حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اکل حلال، نمازوں میں خشوع اور ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنے کی تلقین فرماتے۔ان کے طعام ولباس میں کمال درجہ تک سادگی تھی۔ میں نے جب بھی دریافت کیا کہ حضرت آج ناشتہ کیا فرمائیں گے؟ تو فرماتے جو بھی مل جائے، الحمد للہ! آج کھانے میں کیا پسند کریں گے؟ جواب ملتا: بھائی سب اللہ کی نعمتیں ہیں جو مل جائے، الحمد للہ! اور جو حاضر خدمت کیا جاتا آپ تناول فرماتے۔آپ بہت کم سوتے، نماز تہجد کے لیے پابندی سے اٹھتے اور دن میں زیادہ وقت تلاوتِ قرآنِ کریم میں صرف کرتے تھے۔ اور عمومی مجالس میں دعوت اور اسلوب دعوت پر گفتگو فرماتے۔ اس سلسلے میں آپ کی مرتب کردہ ایک کتاب "پانچ بنیادی اصول" بھی موجود ہے۔

راقم الحروف نے حضرت حافظ کے سفر کویت کے دوران اُن سے ۱۴۔ اکتوبر کو ناشتہ کے بعد ایک مختصر انٹرویو کیا، جس سے اُن کا شخصی تعارف انھی کی زبانی پیش خدمت ہے۔

س: آپ کی سنہ ولادت کیا اور جائے ولادت کون سی ہے؟

ج: میری ولادت ضلع قصور کے ایک گاؤں میر محمد میں ہوئی اور میرے ماموں جان کی تحریر کے مطابق تاریخ ولادت ۱۰ شوال ۱۳۴۵ھ ہے اور سکول میں اندراج کے مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۲۷ء ہے۔

س: کیا آپ کے والد گرامی بھی عالم دین تھے؟

ج: والد گرامی حضرت محمد ولد نواب دین خان۔ جن کا نام بچپن میں محمد عظیم رکھا گیا تھا لیکن وہ ''عظیم'' کا لفظ پسند نہیں کرتے تھے اس لیے ان کو اپنا نام ''محمد'' پسند تھا۔ آپ زیادہ عالم تو نہیں تھے ویسے باعمل اور صاحب مطالعہ تھے۔ صلاح وتقویٰ کی وجہ سے لوگ ان کی تکریم کرتے تھے۔ میرے والد گرامی تین بھائی تھے۔ آپ سے بڑے کا نام ''حاجی بلند خان'' اور چھوٹے ''حافظ دوست محمد'' تھے۔

س: کیا آپ خاندانی اہل حدیث ہیں؟

ج: ہمارے دادا جان اہل حدیث ہوئے تھے اور اس کے بعد الحمدللہ پورا خاندان اہل حدیث ہے۔

س: آپ نے تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

ج: ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ میں حافظ محمد بھٹوی صاحب رحمہ اللہ سے (جو حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کے والد گرامی ہیں) حاصل کی اور قرآنِ کریم اپنے چچا جان حافظ دوست محمد صاحب سے حفظ کیا۔ اس کے بعد امرتسر میں مدرسہ غزنویہ میں ابوداؤد شریف تک پڑھا، پھر گوندلاں والا میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے پاس مسلم شریف مکمل کی اور آخری سال گوجراں والا میں ٹاہلی والی مسجد میں حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے پاس تعلیم مکمل کی۔

س: آپ کے مشہور اساتذہ کرام کون کون ہیں؟

ج: ① مولانا نیک محمد صاحب امرتسری، ② مولانا محمد حسین ہزاروی (ان کے گھر میں مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی ہمشیرہ تھیں)، ③ مولانا محمد عبداللہ بھوجیانی، ④ مولانا عبدالرحیم بھوجیانی رحمہ اللہ (یہ دونوں بزرگ میرے ماموں ہیں۔)، ⑤ شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ، ⑥ حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ ان سے بخاری شریف، مسلّم الثبوت، سلّم، اشارات اور سراجی (علم وراثت میں) کی تعلیم حاصل کی۔ اس سال ہم دو ہی شاگرد تھے۔ ایک میں (حافظ محمد یحییٰ عزیز رحمہ اللہ) اور دوسرے مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ اور ۱۹۴۹ء میں سند فراغت حاصل کی۔

س: کیا سند فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ نے کہیں تدریس بھی کی؟

ج: سند فراغت کے بعد مقامی مدرسے میں دو سال تک مستقل تدریس کی (پڑھایا) اور یہ مدرسہ میر محمد میں واقع میں نے ہی قائم کیا تھا، جو ابتداءً شعبہ حفظ کے طور پر قائم کیا گیا تھا۔ پھر جماعتی کاموں میں مشغولیت کے باعث مختلف اوقات میں تدریس کی لیکن زیادہ وقت تبلیغ وتنظیم میں گزرا۔

س: آپ کے مشہور تلامذہ کون علمائے کرام ہیں؟

ج: ابتدائی طور پر جن لوگوں نے استفادہ کیا ان میں سے قاری محمد یحییٰ گوجراں والا (رحمہ اللہ) بہت قابل اور متحرک عالم دین ہیں اور اسی طرح قاری محمد یوسف صاحب اور قاری صدیق الحسن صاحب (رحمہما اللہ) ابتدائی طلباء میں سے ہیں۔ ابھی صرف ان ہی کے نام ذہن میں ہیں وگرنہ بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا تھا۔

س: آپ کے خاندان کا مختصر تعارف

ج: ہم دو بھائی ہیں۔ میرے بھائی کا نام مولانا محمد یعقوب ہے (اب وفات پا چکے ہیں۔) انھوں نے جامعہ رحمانیہ (دہلی) سے تعلیم حاصل کی ہے اور آج کل زمینداره کررہے ہیں۔ اور ہماری تین ہمشیرگان ہیں۔ ہم خاندانی طور پر راجپوت بھٹی ہیں۔

س: آپ کی شادی کب ہوئی؟

ج: میری شادی ۲۵ سال کی عمر میں غالبًا ۱۹۵۲ء میں حقیقی چچا حافظ دوست محمد صاحب کی بیٹی سے ہوئی۔ اور ان سے اللہ تعالیٰ نے

ایک بیٹا حافظ محمد اسماعیل اور دو بیٹیاں عطا کی ہیں۔ اور دوسری شادی چند سال قبل دعوتی نقطہ نظر سے اور مرکز میں آنے والی عورتوں کے قیام وطعام کے انتظام اور ان کی رہنمائی کے لیے ایک ادھیڑ عمرہ بیوہ عورت سے کی اور ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

س: آپ کے ننھیال کا مختصر تعارف کیا ہے؟

ج: میرے ننھیال پٹھان ہیں۔ میرے نانا جان مولانا فیض اللہ خان افغانستان سے بھوجیاں آئے تھے اور ان کی تبلیغ سے ہمارے خاندان کے لوگ اہل حدیث ہوئے۔

س: مرکز البدر (بونگہ بلوچاں) کا قیام کب عمل میں آیا؟

ج: امیر جماعت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے جماعت میں تربیت اور تبلیغ کے بارے میں خصوصی توجہ دینے پر زور دیا تو میں نے اور مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ نے پنجاب کے مختلف شہروں کا تعارفی دورہ کیا اور پھر لاہور میں منعقد ہونے والے ایک جماعتی اجلاس میں رپورٹ پیش کی اور ایک مرکز کے قیام کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیا۔ چناں چہ اجلاس میں مرکز کے بارے میں غور کیا گیا اور مختلف مقامات سے احباب نے مرکز کے لیے جگہ کی پیش کش کی۔ لیکن بونگہ بلوچاں کے احباب نے ۱۵/۱ ایکڑ جگہ دینے کے ساتھ مزید توسیع کا اطمینان دلایا تو ساتھیوں نے اسے قبول کرلیا۔ چناں چہ ۱۹۶۹ء میں مرکز کی بنیاد رکھی گئی۔ مرکز کا سنگ بنیاد حضرت العلام محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے رکھا۔ اس وقت ہر قمری مہینے کے دوسرے جمعۃ المبارک کو مرکز میں اجتماع ہوتا ہے جس میں لوگوں کی عملی واخلاقی تربیت کی جاتی ہے۔ یہ پروگرام جمعرات کی عصر سے ہفتہ کی صبح تک ہوتا ہے، پھر جماعتوں کی تشکیل دی جاتی ہے اور تبلیغ کے لیے مختلف مقامات کی طرف روانہ کیا جاتا ہے۔

کچھ عرصے سے تعطیلات کے دوران اسکول کے اساتذہ اور طلباء بھی حسب فرصت جماعت میں وقت لگاتے ہیں۔ نیز مدارس کے اساتذہ اور ائمہ مساجد کے لیے سال میں چار مرتبہ تربیتی اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

س: حضرت! مرکز بونگہ بلوچاں کی جگہ کس کے نام ہے؟

ج: یہ جگہ مرکز کی ہے۔ پہلے میاں فضل مرحوم اور شیخ اشرف مرحوم اس پر توجہ دیتے تھے۔ بعد میں جب جماعتی اختلافات شروع ہوئے تو وہ مقامی احباب جن کی یہ زمین تھی کہنے لگے کہ ہم نے تو یہ جگہ آپ کو مرکز بنانے کے لیے دی تھی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جماعتی چپقلش میں یہ جگہ ضائع ہوجائے اور اصلی مقصد پورا نہ ہو۔ چناں چہ انھوں نے بطور تولیت یہ جگہ میرے نام کروادی۔ اور وہاں یہ وضاحت موجود ہے کہ یہ جگہ میرے نام بحثیت متولی ہے نہ کہ بحثیت مالک۔ لہٰذا میں اس جگہ کا متولی ہوں مالک نہیں۔

س: مرکز کے اخراجات کیسے پورے کیے جاتے ہیں؟

ج: مرکز کے اخراجات کے لیے چندہ کی اپیل نہیں کی جاتی بلکہ بغیر اپیل کے احباب اپنی خوشی سے یہ انتظام کرتے ہیں۔ مثلاً اجتماعات کے خور ونوش اور دیگر انتظامات احباب مل جل کر کرتے ہیں۔ اب مرکز اور روڈ کے درمیان واقع ڈیڑھ ایکڑ اراضی جو کہ مرکز کے فرنٹ پر واقع تھی احباب نے باہمی تعاون سے مرکز کے لیے خرید لی ہے تاکہ روڈ پر فرنٹ مرکز کا ہوجائے۔

س: حضرت! کیا مرکز کی طرف سے آپ کا وظیفہ یا تنخواہ مقرر ہے؟

ج: الحمدللہ! میں مرکز سے تنخواہ نہیں لیتا بلکہ جب میں پڑھاتا تھا اس وقت بھی مشاہرہ نہیں لیتا تھا اور جماعتی وتنظیمی کاموں کے لیے جو سفر کرتا ہوں اس کا خرچ بھی کبھی وصول نہیں کیا اور نہ ہی مرکز سے کوئی وظیفہ مقرر ہے۔ نہ چاہنے کے باوجود احباب زبردستی جو تعاون کردیتے ہیں الحمدللہ اسی میں گزارہ ہوجاتا ہے۔ اور مرکز کے لنگر سے جس طرح باقی لوگ کھا لیتے ہیں، ہمیں بھی اس کی اجازت ہے اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں، الحمدللہ۔

س: کیا آپ کی ملکیت زرعی زمین بھی ہے؟

ج: والد صاحب کو ان کے بھائیوں سے حصہ میں بیس ایکڑ زمین ملی تھی جس میں سے ہمارا حصہ ہمارے پاس ہے۔

س: حضرت! حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب یہ

قول کہ ''میں یحییٰ کو تیار کر کے آیا ہوں'' یعنی قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کیا کمائی کر کے لائے ہو تو اس وقت میں یہ کہوں گا، کہاں تک صحیح ہے؟

ج: جب ہم نے بخاری شریف ختم کی تو حضرت حافظ گوندلوی نے بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: ''میں ایک عرصہ سے بخاری شریف پڑھا رہا ہوں لیکن جو مزا اس مرتبہ پڑھانے کا آیا ہے کبھی نہیں آیا۔ اب میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کوئی شاگرد تیار کیے ہیں اور اس کے بعد یہ ''یحییٰ'' والی بات ارشاد فرمائی۔ اور اس وقت کلاس میں ہم دو ہی طالب علم تھے ایک حضرت مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ (جو کہ عمر میں مجھ سے تھوڑے سے بڑے تھے تقریباً ایک سال۔ گوندلاں والا میں ہی دورانِ تعلیم میری ان سے ملاقات ہوئی اور ان کی رفات کا شرف حاصل ہوا) اور دوسرا میں (حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ) تھا۔

س: حضرت! اس وقت مختلف نظریات کے حامل لوگوں نے اپنے چند ہم خیالوں کو جمع کر کے مختلف گروہ بنا رکھے ہیں۔ اور آپ جیسے تبلیغ دین کی تڑپ اور تجربہ رکھنے والے بزرگ خال خال ہی نظر آتے ہیں تو ایسی صورت میں ہم کون سے نوجوان علماء سے رہنمائی حاصل کریں، جن کے علم وعمل پر اعتماد کیا جا سکتا ہو؟

ج: نوجوان علماء میں سے حافظ مسعود عالم اور حافظ محمد شریف آف فیصل آباد علمی شخصیات ہیں ان کے مشورے مفید ثابت ہوتے ہیں اور دوسرے تبلیغی ساتھی ہیں جن میں علمائے کرام لاہور میں مولانا ابوبکر صدیق، قاری عزیر، اور گوجراں والا میں حافظ محمد الیاس اثری، انھوں نے تو مرکز کے زیر نگرانی ایک مرکز بھی قائم کیا ہے۔ فیصل آباد میں مولانا عبدالحی انصاری اور کاروباری حضرات میں فیصل آباد کی جماعت کے امیر صوفی غلام نبی صاحب اور دیگر احباب ہیں جن سے مشورہ کیا جا سکتا اور استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

س: آپ نے تبلیغی سلسلہ میں کس کس ملک کا سفر کیا ہے؟

ج: تبلیغی سلسلے میں پاکستان سے باہر عرب امارات، برطانیہ اور اب کویت آیا ہوں۔ اس کے علاوہ حج کے لیے تین مرتبہ سعودی عرب کا سفر کیا ہے۔ بس یہی بیرونی سفر ہیں۔

س: سفر کویت کے دوران آپ نے مرکز دعوۃ الجالیات کی سرگرمیاں دیکھیں، اس سلسلے میں فرمایئے کہ ہمارا دعوتی اسلوب تسلی بخش ہے اس میں اصلاح کی ضرورت ہے؟

ج: یہ اسلوب نئے احباب کے لیے تو خیر کافی ہے لیکن سب احباب کو ایک نظم میں پرونے کی ضرورت ہے تاکہ ان کی عملی تربیت کی جائے۔ اور ان سے مطالعہ کروا کے انھیں بیان کا طریقہ سکھایا جائے۔ ایک مربی کی نگرانی میں تربیت کر کے ان میں اطاعت امیر کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ نیز فقراء ومساکین، بیوگان اور یتامی کے لیے بیت المال قائم کرنا دعوتی ضرورت ہے۔ باقی الحمدللہ تسلی بخش کام ہو رہا ہے۔

س: حضرت! جماعتی سیاست میں آپ کا کیا کردار رہا ہے؟

ج: جب سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے جماعت کی تنظیم نو کی تو ان کے دورِ امارت میں انھوں نے ضلع لاہور کی امارت مجھے سونپی اور پھر مرکزی جمعیت اہل حدیث کا مرکزی ناظم تعلیمات مقرر ہوا۔ پھر مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی زیر امارت کام کیا۔ ان کے بعد جماعت میں اختلافات شروع ہو گئے۔ چناں چہ کچھ عرصہ مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کی قیادت میں کام کیا۔ پھر جماعتی اختلافات سے الگ تھلگ ہو کر اپنے دعوتی وتبلیغی امور میں مصروف عمل رہا۔ پھر جب علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد تمام اہل حدیث متحد ہوئے اور متحدہ جمعیت اہل حدیث بنی تو پوری جماعت نے امارت کے لیے مجبور کیا اور مجبوراً یہ منصب قبول کیا۔ پھر جب کچھ دوستوں نے اپنے خصوصی مفاد اور مقاصد کے لیے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنے دھڑے قائم کر لیے تو متحدہ جمعیت اہل حدیث کا نظم برقرار رہا اور موجود ہے۔ (لیکن آخری سالوں میں جب مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر پروفیسر ساجد میر حفظہ اللہ کی کوششوں سے مولانا معین الدین لکھوی نے مرکزی جمعیت اہل حدیث کی سرپرستی قبول کر لی تو حافظ صاحب بھی مرکزی جمعیت اہل حدیث سے منسلک ہو گئے گویا متحدہ جمعیت اہل حدیث مرکزی

جمعیت اہل حدیث میں ضم اور مدغم ہوگئی۔)

قارئین کرام! یہ چند معلومات تھیں ولی کامل اور ناصح امین حضرت حافظ محمد یحییٰ عزیز رحمہ اللہ کے بارے میں جو کہ علم وعمل کی بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ۸۳ سال کی عمر میں یکم نومبر ۲۰۰۸ء کو ہم سے رخصت ہوکر خلد بریں کی طرف روانہ ہوگئے، ان شاءاللہ

درحقیقت جب میں نے حضرت حافظ صاحب سے انٹرویو کرنے کے بارے میں درخواست کی تو وہ اس پر آمادہ نہیں ہورہے تھے اور کئی مرتبہ اس خوب صورت شخصیت نے بڑے خوب صورت انداز اور محبت بھرے لہجے میں مجھے ٹال دیا۔ فرماتے تھے ''بھئی! میں کون سی ایسی شخصیت ہوں جس کا انٹرویو کیا جائے'' کبھی فرماتے ''بھئی! مجھے ان باتوں کا شوق نہیں ہے۔ کئی بار اخبارات والوں نے انٹرویو لینے کی کوشش کی لیکن میں معذرت کرلیتا ہوں'' کبھی فرماتے ''بھئی! اپنے بارے میں کوئی کیا بتا سکتا ہے، میں نے کون سا کوئی بڑا کارنامہ کیا ہے۔ بس جو کچھ کرسکے اللہ قبول کرلے۔'' یقیناً یہ حضرت کی کسر نفسی اور عالمانہ اور متقیانہ تواضع تھی وگرنہ وہ بڑے عظیم انسان، انسانیت کے ہمدرد وبہی خواہ اور انسانیت کے لیے سعادت دارین کے متمنی اور شفیق مربی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بلا امتیاز مسلک ومکتب فکر ہر شخص اداس اور حضرت حافظ صاحب کے داغ مفارقت سے اس کا دل متاثر ہے اور سچ ہے:

تودۂ خاک کو مت جانیو تربت مری
میرا مدفن میرے احباب کے سینے ہوں گے

اور حضرت کی نماز جنازہ پر حاضری کا ایک تاریخی ریکارڈ لوگوں کے دلوں میں حضرت حافظ صاحب کی عقیدت اور محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے جسے اخبارات نے محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ افراد شمار کیا ہے اور کیوں نہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

《 إن الله تعالى إذا أحب عبدا دعا جبريل، فقال: إني أحب فلانا فأحبه، فيحبه جبريل ثم ينادي في السماء، فيقول: إن الله يحب فلانا فأحبوه، فيحبه أهل السماء ثم يوضع له القبول في الارض...... 》[مسلم]

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے پیار کرتا ہے تو جبریل امین کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے پیار کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، تو جبریل امین بھی اس کا محبّ بن جاتا ہے، پھر آسمانوں میں منادی کرتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے پیار کرتا ہے تم بھی اس سے پیار کرو'' تو آسمان والے بھی اس شخص سے پیار کرنے لگتے ہیں، پھر زمین میں اس کے لیے قبول عام رکھ دیا جاتا ہے۔'' یعنی اہل زمین بھی اس شخص سے محبت کرتے ہیں۔

اے غائب از نظر شدی ہم نشین دِل

یہ اہل اللہ اور صالحین کے لیے خصوصی اعزاز ہے۔ یہ قابل رشک لوگ ان کی دنیا ہی اور ہے، خود چلے گئے۔ لیکن اپنے پیچھے قاری اسماعیل صاحب کی صورت میں حافظ قرآن خلف الرشید اور قاریٔ القرآن اور علم وفضل اور صلاح وتقویٰ کے زیور سے آراستہ وپیراستہ اور حضرت حافظ صاحب کے مشن کے امین حضرت کے سعادت مند بھتیجے محترم قاری محمد ابراہیم میر محمدی اور محترم قاری صہیب احمد صاحب میر محمدی اور ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مشن دعوت وتبلیغ وابستگان دعاۃ ومبلغین اور لا تعداد محبین وعقیدت مند چھوڑ کے گئے جو ان کا صدقہ جاریہ بھی ہیں اور ان کے لیے دعا گو بھی۔ یہ بلند اقبالی اور سعادت مندی عنایت ربانی اور عطائے الٰہی ہے۔

روشن کریں گے نور سے ایسے چراغ ہم
بجھ بھی گئے اگر تو اجالا نہ جائے گا

اللهم اغفرله وارحمه وارفع درجته في المهديين۔ اللهم لا تحرمنا أجره ولا تفتنا بعده۔ اللهم أدخله جنة الفردوس وأعذه من فتنة القبر وعذاب النار۔

رفتید ولے نہ از دلِ ما



چور نظام کے چوکیدار

جاوید چودھری

میں نے ان سے پوچھا: ''آپ وزیر بن چکے ہیں، آپ کو وفاقی وزیر کا پروٹوکول بھی مل رہا ہے لیکن آپ ابھی تک اپنے ذاتی گھر میں رہ رہے ہیں'' انھوں نے قہقہہ لگایا اور مجھ سے الٹا پوچھ لیا ''کیوں تمھیں کوئی تکلیف ہے'' میں نے عرض کیا جناب! کہیں آپ کابینہ سے استعفیٰ تو نہیں دینا چاہتے'' انھوں نے فوراً انکار میں سر ہلایا اور غصے سے بولے ''استعفیٰ دیں میرے دشمن، میں پورے پانچ سال قوم کی خدمت کروں گا'' میں نے عرض کیا ''پھر آپ وزراء کالونی میں شفٹ کیوں نہیں ہورہے، انھوں نے بےبسی سے گردن ہلائی اور بولے: وزیر زیادہ ہیں اور رہائش گاہیں کم چناں چہ میرے لیے وہاں گھر نہیں بچا'' میں نے عرض کیا ''تو کیا آپ اپنے گھر میں رہ کر وزارت کریں گے'' انھوں نے ایک بار پھر انکار میں سر ہلایا اور بولے ''قطعاً نہیں، حکومت کے پاس فنڈز نہیں ہیں، ہمیں چند دنوں میں رقم مل جائے گی، جس کے بعد وزیروں کی کالونی میں نئے گھر بنیں گے اور میں ان میں سے اپنی مرضی کا گھر چن لوں گا۔''

میں نے حیرت سے پوچھا: ''رقم کہاں سے آئے گی'' انھوں نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور یقین سے بولے ''آئی ایم ایف اسی ماہ پاکستان کو قرضے کی پہلی قسط دے دے گا، فرینڈز آف پاکستان نے بھی ۱۷ نومبر کو ابوظہبی میں پاکستان کو امداد دینے کا فیصلہ کیا ہے، یہ رقم پاکستان آئے گی تو ہماری معاشی حالت درست ہوجائے گی اور یوں وزراء کے لیے نئی رہائش گاہوں کی تعمیر شروع ہوجائے گی'' میرے لیے ان کا جواب حیران کن تھا۔ لہٰذا میں نے پوچھا ''کیا حکومت وزراء کی رہائش گاہیں تیار کرنے کے لیے قرضہ لے رہی ہے'' انھوں نے غصے سے میری طرف دیکھا اور اٹھ کر چلے گئے۔

یہ حقیقت ہے پاکستان کی معاشی صورتِ حال میں بہتری کے چانس نظر آرہے ہیں، آئی ایم ایف ہمیں قرضہ دینے اور فرینڈز آف پاکستان ہمارے ملک میں سرمایہ کاری کرنے پر تیار ہیں ہوسکتا ہے کہ ماضی کی طرح جونہی یہ سرمایہ پاکستان آئے حکومت ایوان صدر، وزیراعظم ہاؤس، گورنر ہاؤسز اور چیف منسٹر ہاؤسز کے اخراجات میں اضافے کے قابل ہوجائے جس کے بعد حکومت صدر محترم اور وزیر اعظم کے لیے نئے طیارے بھی خرید سکے، گورنر اور چیف منسٹر کو نئی بلٹ پروف گاڑیاں بھی فراہم کی جاسکیں، کابینہ میں نو وزراء کا اضافہ بھی ہوسکے جس سے وزراء کی تعداد ۶۴ ہوجائے۔ حکومت ان کے ساتھ ۳۰ مشیروں کا لشکر تیار کرے اور سفیروں کی تنخواہیں، مراعات اور سکیورٹی بھی بڑھائی جاسکے، تمام وزیروں کو بھی بلٹ پروف گاڑیوں کے سرکل میں لایا جاسکے۔

وزراء بھی دس دس، بیس بیس دوستوں کے ساتھ امریکا، یورپ اور جاپان کے دورے کرسکیں، حکومت عزیزوں اور رشتے داروں کو سرکاری خرچ پر عمرے اور حج بھی کرا سکے، وزیراعظم اور صدر کے ساتھ بھی پچاس پچاس لوگ غیر ملکی دوروں پر جاسکیں، پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں صدر، وزیراعظم، سپیکر قومی اسمبلی، چیئرمین سینٹ، وزیر داخلہ، وزیر خارجہ، گورنر صاحب اور چیف منسٹر صاحب کے کیمپ آفس بن سکیں، ایوانِ صدر اور وزیراعظم ہاؤس میں گالف کورس، پولو گراؤنڈز اور نئے فائرنگ رینجز بھی بن سکیں، ستر وزراء کے لیے نئی رہائش گاہیں بھی تعمیر ہوسکیں، تمام فیڈرل سیکرٹریز اور ایڈیشنل سیکرٹریز کو تین، تین پلاٹس بھی دیئے جاسکیں، تمام ایم این ایز اور ایم پی اے حضرات کو گاڑیاں بھی فراہم کی جاسکیں، قوم کے نمائندوں کو ترقیاتی فنڈز کے نام پر پانچ پانچ کروڑ روپے بھی دیئے جاسکیں، دفاعی سودوں میں دوبارہ کمیشن بھی کھائی جاسکے، لوڈشیڈنگ کا جواز بنا کر ملک میں نئے تھرمل پاور پلانٹس بھی لگائے جاسکیں، لینڈ مافیا ایک بار پھر لوگوں

کے قدموں سے زمین بھی کھینچ سکے، ہمارے سیاست دان افغانستان گندم سمگل کرسکیں اور بعدازاں آئی ایم ایف کی رقم سے مہنگی گندم بھی امپورٹ کی جاسکے، حکمران کلاس لندن، ترکی، مراکش، دوبئی، نیویارک اور میڈرڈ میں نئے فلیٹس، نئے ولاز اور نئے ہاؤسز بھی خرید سکے۔ ستر، ستر بیوروکریٹس مطالعاتی دوروں کے نام پر یورپ اور امریکا میں گلچھڑے بھی اڑا سکیں اور حکومت شام کی عدالتوں کے نظام کا جائزہ لینے کے لیے پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ لوگوں کو یورپ بھی بھجوا سکے اور یوں ملک کا مقدر بدل جائے گا۔

ہمیں آئی ایم ایف چند دن میں قرضے کی پہلی قسط ادا کردے گا اور فرینڈز آف پاکستان بھی تربیلا ڈیم کی چوتھی سرنگ، بھاشا، دیامیر ڈیم، منڈا ڈیم، پاکستان کے چاروں شہروں میں انڈی پینڈنٹ پاور پلانٹس، گوادر طورخم روڈ، حویلیاں سے خنجراب تک ریلوے لائن اور نئے لوکوموٹوز کے لیے پاکستان میں سرمایہ کاری کردیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس سرمایہ کاری، اس امداد کا فیصل آباد کے اس والد کو کیا فائدہ ہوگا جس نے جون میں اپنا تین ماہ کا بچہ پانچ ہزار روپے میں بیچ دیا تھا، ملتان کی اس زرینہ کو اس امداد کا کیا فائدہ ہوگا جو اپنے پانچ بچوں کو بیچنے کے لیے بازار میں لے آئی تھی، اس امداد، اس سرمایہ کاری کا ان سات کروڑ ستر لاکھ پاکستانیوں کو کیا فائدہ ہوگا جو شدید غذائی قلت کا شکار ہیں، اس امداد کا ان ۶۵ لاکھ بچوں کو کیا فائدہ ہوگا جو اس ملک میں تعلیم سے محروم ہیں۔

اس امداد کا ان ایک کروڑ شہریوں کو کیا فائدہ ہوگا جو انتہائی مہلک امراض میں مبتلا ہیں اور ان کی جیب میں پین کلر تک خریدنے کے پیسے نہیں ہیں۔ اس امداد اور اس سرمایہ کاری کا ان ڈھائی کروڑ بے روزگاروں کو کیا فائدہ ہوگا جو اپنی ڈگریاں جلانے پر مجبور ہیں اور اس امداد اور اس سرمایہ کاری کا ان چار کروڑ بیس لاکھ شہریوں کو کیا فائدہ ہوگا جو اگلے دن کے لیے آٹا نہیں خرید سکتے۔ چناں چہ مجھے خطرہ ہے یہ سات بلین ڈالرز کا قرضہ بھی، فرینڈز آف پاکستان کا یہ سرمایہ بھی وہ لوگ ہڑپ کرجائیں گے جو وزارت دفاع کے پچیس ارب روپے کھا گئے تھے، یہ رقم بھی ان پارلیمنٹیرنز کے کام آجائے گی جنھوں نے ڈھائی ارب روپے کا علاج کروالیا تھا۔ یہ رقم بھی ان سیاست دانوں، ان بیوروکریٹس اور ان جرنیلوں کے ہتھے چڑھ جائے گی جنھوں نے زلزلہ زدگان کے لیے ملنے والی امداد اپنے ایک ہزار دوسو پچیس عزیزوں میں تقسیم کردی تھی اور یہ رقم بھی ان جرنیلوں کے اکاؤنٹس میں شفٹ ہوجائے گی جو دہشت گردی کے خلاف ملنے والی امداد نگل گئے تھے۔ کیوں کہ یہ حقیقت ہے اس ملک میں افغان وار کے دس بلین ڈالرز ہوں، ملک بچاؤ ملک سنوارو سکیم میں تین بلین ڈالر، دہشت گردی کے خلاف جنگ کے ساڑھے دس بلین ڈالرز یا مالیاتی ذخائر میں پڑے ہوئے سولہ بلین ڈالرز ہوں آج تک عوام کو اس رقم سے ایک دھیلا نہیں ملا، اس ملک میں خزانے ہمیشہ حکمرانوں نے خالی کیے اور عوام کو صرف قرضے کی قسطیں اور مہنگائی ملی۔ اس ملک میں پھل ہمیشہ حکمران کلاس کھا گئی اور گٹھلیوں کے دام ہر بار عوام کو ادا کرنا پڑے۔

''یہ رقم بھی عوام پر خرچ نہیں ہوگی'' ہم ایسا کیوں سوچتے ہیں، اس کی وجہ حکمرانوں پر اعتماد کی کمی ہے اور کسی حکمران میں کوئی خوبی ہو یا نہ ہو لیکن عوام کو اس پر اعتماد ضرور ہونا چاہیے۔ اعتماد بچے کے اس قہقہے کی طرح ہوتا ہے جسے جب ہوا میں اچھالا جاتا ہے تو وہ قہقہے لگاتا ہے کیوں؟ کیوں کہ اسے یقین ہوتا ہے جس نے اسے اچھالا ہے وہ اسے گرنے نہیں دے گا، عوام کو بھی حکمرانوں پر ایسا اعتماد ہونا چاہیے۔ انہیں یقین ہونا چاہیے ان کے حکمران کی نیت بھی ٹھیک ہے اور ان کے ہاتھ اور بازو بھی اتنے مضبوط ہیں کہ وہ انھیں گرنے نہیں دیں گے۔ لیکن بدقسمتی سے پاکستان کے عوام کا اس ملک کے حکمرانوں سے اعتماد اٹھ چکا ہے، اعتماد کی یہ کمی اس ملک کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اور جب تک اس ملک کی حکمران کلاس عوام کے دلوں میں اپنا اعتماد بحال نہیں کرے گی اس وقت تک ہم خوشحال نہیں ہوں گے۔ کیوں کہ ملکوں میں اس وقت تک خوشحالی نہیں آیا کرتی جب تک عوام حکمرانوں پر اعتماد نہیں کرتے۔ اللہ کی اس زمین پر تو پرندے بھی کمزور شاخوں پر گھونسلے نہیں بناتے اور ہم توقع کرتے ہیں فرینڈز آف پاکستان، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک اس چور نظام کے چوکیداروں کو سو بلین ڈالرز دے دیں گے اور یہ سو بلین ڈالر عوام پر ہی خرچ ہوں گے۔ ہم کتنے بے وقوف ہیں۔



چور بنے ہیں چوکیدار

کیسی موجیں کیا منجدھار اب کے کشتی آر کہ پار
جتنے دیکھے دنیا دار تن چنگا اور من بیمار
عشق کہاں تک روکے گا حسن کے اوچھے اوچھے وار
ایک نہیں دو چار نہیں لاکھوں نظریں ان پہ ادھار
امیدوں کے تاج محل ارمانوں کے شالا مار
مورکھ ہے وہ پاپی ہے فرض کو جو سمجھے بیگار
یہ بھی زمانہ دیکھا لیا
چور بنے ہیں چوکیدار

[کلیاتِ ماہر]